احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان

یعنی

مسلمان کون ہے اور کافر کون؟

ہم کچھ نہیں کہتے کہ قادیانی۔ شیعہ، منکرین حدیث اور اہل سنت وغیرہ فرق میں سے یہ مومن ہے اور وہ کافر ۔ بلکہ اس رسالہ میں قرآن وسنت سے ایک ضابطہ عقل ونقل کے معیار کے مطابق بیان کر دیا گیا ہے ۔ اب ہر شخص خود فیصلہ کر لے ۔ کہ وہ مومن ہے یا کافر؟

از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الجامعۃ الاشرفیہ
نیلا گنبد لاہور

شائع کردہ: ادارہ الصدیق ملتان ــــــ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان

قیمت ایک روپیہ

مسلمان کون ہے اور کافر کون ؟

یہ ایک بیان ہے اسلام کے بنیادی مسئلہ کفر و ایمان پر جسے حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی سلمہ اللہ و مدظلہ نے ماہ محرم ۱۳۸۳ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا ہے۔ اس بیان کا عربی نام ہے "احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان"۔ آج کل کے عوام بلکہ خواص تعلیم یافتہ عربی نام سے غیر مانوس ہونے کی وجہ سے کتاب کے اندرونی مسائل کو اول نظر میں معلوم نہیں کر سکتے۔ اس بنا پر موجودہ ارباب تصنیف و تالیف اور مخالفین اسلام عموماً ناموں میں جدت اور اردو زبان استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "دو اسلام"۔ "دو قرآن" "قرآنی فیصلے"! ان ناموں کو دیکھ کر لوگ خواہ مخواہ پڑھنے اور مطالعہ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ عاجز بھی عموماً عربی کے نام کے ساتھ ساتھ ایک اردو نام تجویز کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ کا نام ہم نے وضع کیا ہے "مسلمان کون ہے اور کافر کون ؟"۔ علاوہ ازیں چونکہ اس کتاب میں ایمان۔ کفر۔ الحاد، زندقہ۔ نفاق وغیرہ کی تعریفات اور احکام تفصیل کے ساتھ درج ہیں اس لئے یہ کتاب اس نام کی وجہ سے اسم بامسمی ہو گئی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے اس بیان میں ۷ ۵ کتابوں سے عبارتیں اور حوالے نقل فرمائے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو وہ معلومات حاصل ہوں گے جو تفاسیر و احادیث کی ضخیم کتابوں کے بعد علماء کو بھی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ پھر کتابوں کی ورق گردانی کے علاوہ حضرت مصنف مدظلہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہ اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی اور دیگر اکابر علماء اہل سنت والجماعت کے علوم و معارف کو سہل اردو عبارت میں مرتب فرما کر ملت مسلمہ پاکستانیہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ یہ کتاب "الصدیق" کے ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ میں مکمل یکجا شائع کر دی گئی ہے۔ اور ٹائٹل علیحدہ طبع کر دیا گیا ہے۔ اب جو حضرات ٹائٹل لگانا چاہیں تو ایک کارڈ بھیج کر مفت طلب کر سکتے ہیں۔

محمد عبداللہ غفرلہ

ایمان و کفر اور انکے احکام و تعریفات

ایمان اور اسلام کی تعریف

(۱) لفظ ایمان اَمن اور امانت سے مشتق ہے۔ لغت میں ایمان ایسی خبر کی تصدیق کو کہتے ہیں کہ جس خبر کا ہم نے مشاہدہ نہ کیا ہو اور محض مخبر کی امانت اور صداقت کے بھروسہ اور اعتماد پر اس کو تسلیم کر لیا ہو۔

مثلاً اگر کوئی شخص طلوع آفتاب کی خبر دے تو اس کے جواب میں صَدَّقْنَا اور سلمنا (یعنی ہم اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں) کہا جا سکتا ہے لیکن آمَنَّا نہیں کہا جا سکتا۔ اسلئے کہ طلوع شمس محسوس اور مشاہد ہے ایمان کا اطلاق لغت میں غائب اور غیر محسوس چیزوں کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ محسوس اور مشاہد چیزوں کے ماننے کو مطلق تصدیق کہیں گے مگر ایمان نہ کہیں گے۔

اور اصطلاح شریعت میں انبیاء کرام کے اعتماد اور بھروسہ احکام خداوندی اور غیب کی خبروں کی تصدیق کو ایمان کہتے ہیں۔ مثلاً فرشتوں کو بغیر دیکھے محض نبی اور رسول کے اعتماد پر ماننے کا نام ایمان ہے اور مرتے وقت فرشتوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ماننا یہ ایمان نہیں۔ یہ ماننا اپنے مشاہدہ پر مبنی ہے۔ نبی کریم کے اعتماد اور بھروسہ پر نہیں۔

اسلام

اسلام۔ لغت میں اطاعت اور فرمانبرداری کا نام ہے یا با لفاظ دیگر اپنے کو کسی کے حوالہ اور سپرد کر دینے کا نام اسلام ہے اور اصطلاح شریعت میں نبی برحق کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔ اپنی رائے اور خیال کے مطابق اللہ کی اطاعت کرنا شریعت کے نزدیک یہ اسلام نہیں بلکہ کفر ہے ع کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

بادشاہ اور حکومت کی اطاعت اور وفاداری وہی معتبر ہے کہ جو احکام وزارت کے ماتحت ہو۔ احکام وزارت کو واجب العمل نہ سمجھنا یہ حکومت سے بغاوت ہے اور اگر بایں ہمہ حکومت کی وفاداری کا دعویٰ کرے تو عقلاء کے نزدیک وہ دعویٰ جہالت اور حماقت ہے۔

قال تعالیٰ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ لوگ .... نہیں مومن ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلاف میں حاکم اور منصف نہ بنائیں اور پھر آپ کے فیصلہ کے بعد دل میں کسی قسم کی تنگی اور انقباض نہ پائیں اور دل و جان سے آپ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں۔

ورنہ اگر زبان سے تو آپ کو حاکم اور منصف مانا مگر دل میں آپ کے فیصلہ اور تنگی سے انقباض پایا تو یہ لوگ مومن نہیں بلکہ منافق ہیں اور قابل گردن زدنی ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق سے منقول ہے۔

قال لوان قوما عبدوا الله تعالے واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا لشئ صنعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا صنع خلاف ما صنع اووجدوا فی انفسھم حرجا لکانوا مشرکین ثم تلا ھذہ الآیتہ

روح المعانی صفحہ ۶۵ جلد ۵

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اگر کوئی قوم اللہ کی عبادت کرے اور نماز ادا روزہ اور حج اور زکوٰۃ سب ادا کرے۔ مگر کسی فعل کے متعلق جو حضور نے کیا ہو یہ کہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا یا اس کے خلاف کیوں نہ کیا یا آپ کے کسی حکم سے قلب میں تنگی اور انقباض کو محسوس کیا۔ تو یہ لوگ باوجود نماز اور روزہ کے کافر اور مشرک کے حکم میں ہیں اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

ایمان در لغت بمعنی گرویدن و در شرع مخصوص است بگرویدن آنچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم از نزد خدا آوردہ وبہ بندگان رسانیدہ از امر و نہی وحجز تشابہ وجز آن۔ الی ان قال۔ وبالجملہ حقیقت ایمان ومدار امن از عذاب ابدی ونجات اخروی ہمیں تصدیق پیغمبر است یعنی تصدیق رسالت وے کہ صفت دل است بمعنی گرویدن وپذیرفتن بدل انچہ از خدا آوردہ ورسانیدہ کہ لازم وے تسلیم است بمعنی گردن داون وسپردن خود را بحکم۔ نہ تصدیق بمعنی راست گردانستن پیغمبر یا راست دانستن رسالت وے چہ مجرد این معرفت ویقین بدل قبول وتسلیم فائدہ نہ کند بسے از اہل کر وعناد بودند کہ با وجود معرفت صدق پیغمبر بنظر معجزات و دریافت علامات کہ کتب سابقہ بدان مملو ومشحون بودہ براہ جحود وانکار می رفتند الذین آتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون ۰ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا۔ الی ان قال۔

اسلام در لغت بمعنی انقیاد وفرمانبرداری وتسلیم شدن مر حکم کسے را بے سرکشی واعراض ودر شرع مخصوص است بانقیاد واطاعت احکام وبجا آوردن آنچہ پیغمبر بدان خبر دادہ از فرائض وارکان۔ پس اسلام نام ظاہر اعمال است وایمان نام باطن اعتقاد الخ شرح فارسی بخاری صفحہ ۱۵ جلد ۱

تنبیہ

اس عبارت سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ خدا اور رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ فقط خدا اور رسول کو موجود مان لیا جائے یا فقط زبان سے خدا کی الوہیت اور نبی کی نبوت کا اقرار کر لیا جائے۔ بلکہ ایمان کے معنی بے چون وچرا اور بے وقد غہ اور بے تردد دل وجان سے تمام احکام کے ماننے کے ہیں۔ رسول کی رسالت کا اقرار کرنا۔ اور اس کی شریعت کو واجب العمل نہ سمجھنا یہ ایسا ہے کہ حکومت اور بادشاہت کو تو تسلیم کرے اور اس کے دستور وآئین کو واجب العمل نہ سمجھے

کیا عقلا کے نزدیک یہ کھلا ہوا تمسخر نہیں۔

کفر کی تعریف

کفر۔ شریعت میں ایمان کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نبی کے بھروسہ اور اعتماد پر بے چون و چرا تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بات کو نہ ماننا کہ جو ہم کو قطعی اور یقینی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہونچی ہے۔ ایسی چیز کو نہ ماننے کا نام کفر ہے۔ قطعی اور یقینی کی قید اس لئے لگائی کہ دین کے احکام ہم تک دو طریق سے پہونچے ہیں ایک بطریق تواتر اور ایک بطریق خبر واحد۔ تواتر اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک بلا اتصال اور مسلسل ہم تک پہونچی ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک نسلاً بعد نسل ہر زمانہ کے مسلمان اس کو نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ ایسی شے قطعی اور یقینی ہے جس میں احتمال غلطا اور نسیان کا نہیں۔ ایسے قطعی اور یقینی اور متواترہ امور کا انکار کفر ہے۔ اور جو امور خبر واحد سے ثابت ہوں اُن کا انکار کفر نہیں۔

متواترات میں تاویل بھی کفر ہے

جس طرح دین کے کسی حکم قطعی اور متواترہ کا صریح انکار کفر ہے۔ اسی طرح قطعیات اور متواترات میں تاویل کرنا بھی کفر ہے کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے مثلاً جس طرح نماز اور روزہ کا صریح انکار کفر ہے۔ اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو امت محمدیہ کے اجماعی معنی اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے تاویلی کفر کو اصطلاح شریعت میں الحاد اور زندقہ کہتے ہیں (جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے)

تاویل وہاں مسموع ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور جو امور قطعی اور صاف اور روز روشن کی طرح واضح ہوں ان میں تاویل کرنا۔ انکار کے مرادف ہے۔

ضروریات دین کی تعریف

ضروریات دین اصطلاح شریعت میں انہیں امور کو کہا جاتا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوں اور عام طور پر مسلمان اُن امور کو جانتے ہوں۔ ایمان اور اسلام کے لئے ان امور کا تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔

تواتر مرزا غلام احمد کے نزدیک بھی حجت ہے | مرزا صاحب ازالۃ الاوھام کے صفحہ ۲۳۰ پر لکھتے ہیں کہ تواتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔ اور تواتر اگر غیر قوموں کا بھی ہو تو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔

اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ متواتر ہے

ختم نبوت کا عقیدہ ۔ ضروریات دین اور متواترات اسلام میں ہے جو قرآن کریم اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے اور نسلاً بعد نسلٍ اور قرناً بعد قرنٍ اور عصراً بعد عصرٍ ہر زمانہ میں نقل ہوتا چلا آیا ہے۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع مدعی نبوت کے قتل پر ہوا

اسود عنسی نے حضور کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور کے حکم سے قتل کیا گیا۔ مسیلمہ کذاب نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہی کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں تمام صحابہ کے اتفاق سے مارا گیا اور اسی طرح دیگر مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا گیا۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں اسلامی حکومت نے ہر اس شخص کو سزائے موت دی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور جس طرح تواتر کا ماننا ضروری ہے اسی طرح اجماع کا ماننا بھی ضروری ہے ورنہ اگر اجماع کا اعتبار نہ کیا جائے تو دین ہر کس و ناکس کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن جائے۔ جس قانون کی بنا کسی اجماعی اور اتفاقی اصول پر نہ ہو اس قانون کی کوئی حقیقت نہیں۔ محض لفظ ہی ہیں جس خود غرض کا جی چاہے گا وہ قانون کے الفاظ میں اپنے حسب منشا تاویل کر لے گا۔

اسی طرح دین بھی اگر اجماعی اصول پر مبنی نہ ہو تو وہ دین ۔ دین کہلانے کا مستحق نہیں محض ایک بازیچۂ اطفال اور مضحکہ خیز چیز ہے جس شخص کا جی چاہتا ہے اُس دین کو بنا لیتا ہے ۔ اسی طرح پوری امت کا دین یکساں نہ ہوگا ۔ بلکہ ہر ایک کا دین علیحدہ علیحدہ ہوگا۔

اجماع ۔ مرزا صاحب کے نزدیک بھی حجت ہے مرزا صاحب اپنی کتاب ایام الصلح میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے ایک دوسری کتاب انجام آتھم میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت پر مقدار ایک ذرہ کے زیادتی کرے اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت یا اس میں کمی کرے یا کسی عقیدۂ اجماعیہ کا انکار کرے ۔ اس پر اللہ کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت یہ میرا اعتقاد ہے ۱۲

ایمان اور کفر میں وجود اور عدم کے اعتبار سے فرق

ایمان اور کفر کی تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ایمان کے وجود اور تحقق کے لئے اُن تمام احکام کی تصدیق ضروری ہے جن کا حکم نبوی ہونا قطعاً و یقیناً ثابت ہو گیا ان سب کو قبول اور تسلیم کرنے کا نام ایمان اور اسلام ہے۔

اور کفر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام احکام شریعت کا انکار کرے ایک حکم قطعی کا انکار بھی کفر کے تحقق کے لئے کافی ہے۔ قال تعالیٰ

یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین۔ — اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یعنی اسلام کے تمام احکام کو مانو۔ بعض احکام اسلامیہ کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ شیطان کی پیروی ہے۔

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیاۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب وما اللہ بغافل عما تعملون۔ (سورہ بقرہ رکوع ۱۰)

تو کیا مانتے ہو بعض کتاب اور نہیں مانتے بعض کو۔ سو کوئی سزا نہیں اُس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے۔ مگر رسوائی۔ دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں گے سخت سے سخت عذاب میں۔ اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے۔

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ (سورہ توبہ رکوع ۴)

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا۔ ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں۔ یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون وقالوا قلوبنا غلف بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون۔ (بقرہ رکوع ۱۱)

پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے۔ پھر ایک جماعت کو جھٹلایا۔ اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا والذین آمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما۔

جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو۔ اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں۔ اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ان کو جلد دیگا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فلاسفہ یونان جو کہ سموات اور کواکب کے فنا اور فساد کے قائل نہیں وہ قطعاً کافر ہیں۔ جیسا کہ امام غزالی نے اپنے رسائل میں اس کی تصریح کی ہے اسلئے کہ یہ لوگ نصوص قطعیہ اور اجماع انبیاء کرام کے منکر ہیں۔

(۱) کما قال تعالیٰ اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت
جبکہ سورج لپیٹ دیا جائیگا اور ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

(۲) اذا السماء انشقت
جبکہ آسمان پھٹ جائے گا۔

(۳) و فتحت السماء فکانت ابوابا
جبکہ آسمان کھل جائے گا اور اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔

نبیداند کہ مجرد تلفظ بکلمہ شہادت در اسلام کافی نیست تصدیق جمیع ما علم مجیئہ الدین بالضرورۃ باید۔
(مکتوبات صفحہ ۲۲۲ جلد ۱)

نہیں جانتے کہ محض کلمہ شہادت زبان سے پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں۔ مسلمان ہونے کے لئے ان تمام امور کی تصدیق لازمی اور ضروری ہے کہ جن کا دین سے ہونا قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہو

البتہ جن امور کا ظنی طور پر دین سے ہونا ثابت ہو اُن کے انکار سے کفر کے درجہ تک نہیں پہونچتا۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مطلب

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا فقط یہ مطلب نہیں کہ حق تعالیٰ کی الوہیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کو مانے اور اللہ تعالیٰ کو خدا اور آنحضرت کو نبی اور رسول مانے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام کو دل وجان سے مانے ورنہ خدا اور رسول کو ماننا اور اُن کے کسی حکم کو نہ ماننا یا اس پر نکتہ چینی کرنا۔ یہ ایمان نہیں۔ بلکہ استہزاء اور تمسخر ہے۔ حکومت کو ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اُس کے احکام اور قوانین کو تسلیم کرے اور ان کو قابل اطاعت اور واجب العمل سمجھے محض ذات کا ماننا کوئی ماننا نہیں۔ اصل ماننا حکم کا ماننا ہے۔

دنیا میں سب سے پہلا کفر

دنیا میں سب سے پہلا کفر ابلیس کا ہے جس نے حکم خداوندی کو خلاف حکمت اور خلاف مصلحت قرار دیا۔ حق تعالیٰ نے جب فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو سب سجدہ میں گر پڑے۔ مگر ابلیس نے خدا تعالیٰ کے اس حکم پر یہ اعتراض کیا۔

انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔

میں آدم سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا۔ اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور آگ مٹی سے بہتر ہے اس لئے بہتر کو کمتر کے لئے سجدہ کا حکم مناسب نہیں۔

ابلیس حق تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت اور خالقیت کا منکر نہ تھا بلکہ حق تعالیٰ کے ایک حکم کو خلاف حکمت سمجھتا تھا اس لئے وہ کافر گردانا گیا۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین اور ہمیشہ کے لئے ملعون و مطرود اور مرحوم اور مردود ہو کر بارگاہ خداوندی سے نکال باہر کیا گیا۔

معلوم ہوا کہ حکم خداوندی پر اعتراض کرنا اور اس کو خلاف حکمت اور غیر مناسب تصور کرنا یہ بھی کفر ہے۔ خدا وحدہ لاشریک لہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک اور سہیم ہے اور نہ اس کے حکم میں کوئی اس کا شریک اور سہیم ہے۔ دنیا میں سب سے پہلا کافر اور مشرک اعظم شیطان ہے جس نے اپنے زعم ناسد اور خیال کاسد کو خداوند ذوالجلال کے حکم کے برابر نہیں۔ بلکہ اس سے بہتر سمجھا۔

شیطان نے نہ خدا کی تکذیب کی اور نہ اس کی وحدانیت کا انکار کیا اور نہ حضرت آدم کی خلافت اور نبوت کا انکار کیا صرف ایک حکم خداوندی پر اعتراض کرنے کی وجہ سے کافر اور ہمیشہ کے لئے ملعون اور مردود بنایا۔ فاخرج فانك من الصاغرين وان عليك لعنتي الى يوم الدين۔

فائدہ

شیطان نے فقط کفر ہی نہیں کیا۔ بلکہ حماقت بھی کی کہ یہ دلیل آگ کے مٹی سے بہتر ہونے کا دعویٰ کیا۔ شیطان کے پاس کوئی دلیل نہیں کہ جس سے وہ آگ کا مٹی سے بہتر ہونا ثابت کر سکے۔ بلکہ مٹی کے بہتر ہونے کے دلائل بہت ہیں۔

(۱) زمین تمام خیرات وبرکات اور تمام ارزاق اور اقوات اور تمام فواکہ اور ثمرات کا منبع اور سرچشمہ ہے جس پر تمام عالم کی حیات موقوف ہے۔

(۲) زمین ہی تمام زندوں اور مُردوں کا ماویٰ اور مسکن ہے۔ زندہ اس پر زندگی بسر کرتے ہیں اور مردے اس میں دفن ہوتے ہیں۔

(۳) عنصر ترابی کی ہر انسان اور حیوان کو ہر وقت ضرورت ہے۔ عنصر ناری کی کبھی ضرورت پیش آتی ہے۔

(۴) آگ بالطبع مفسد اور مہلک ہے اور زمین نہ مہلک ہے اور نہ محرق بلکہ محافظ ہے۔

(۵) آگ کی طبیعت میں خفت اور حدت ہے اور طیش ہے اور زمین کی طبیعت میں سکون اور وقار اور رزانت ہے۔

علاوہ ازیں حق جل شانہ مالک مطلق اور خالق مطلق ہیں جس طرح کائنات کا وجود اس کا رہین منت ہے اسی طرح کائنات کی فضیلت بھی اس کی مشیت کے تابع ہے جس کو چاہیں افضل بنائیں اور جس کو چاہیں مفضول بنائیں جسکو چاہیں ساجد بنائیں اور جس کو چاہیں مسجود بنائیں۔

کرا زہرہ آنکہ از بیم تو ... کشاید زبان جز بہ تسلیم تو

زبان تازہ کردن باقرار تو ... نینگیختن علت از کار تو

لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون اور جس کا وجود بھی اپنا نہیں وہ سوال کیسے کر سکتا ہے۔ ملائکۃ اللہ (اللہ کے فرشتے) جانتے تھے کہ ہم نور سے پیدا کئے گئے اور ہر لمحہ اور ہر لحظہ سانس کی طرح اللہ کی تسبیح وتحمید اور تقدیس وتمجید ہم سے جاری ہے۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور ان کی اولاد زمین میں فساد ہی پھیلائے گی۔ مگر با ایںہمہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے لئے سجدہ کا حکم کیا۔ فوراً سجدہ میں گر گئے اور سمجھے کہ تمام عزتیں اور فضیلتیں ان کے حکم کے تابع ہیں۔ اور حکم خداوندی سے سرتابی کے برابر کوئی ذلت نہیں اور اعتراض نہیں کیا کہ ہم نور سے پیدا کئے گئے اور آدم مٹی سے۔

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ

ائمہ دین میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں سو جاننا چاہیئے کہ اہل قبلہ کا لفظ اصطلاح میں اہل ایمان کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اصطلاح شریعت میں اہل قبلہ وہی لوگ کہلاتے ہیں کہ جو تمام قطعیات اسلام اور ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ کیونکہ جو لوگ ضروریات دین کے منکر ہوں۔ مثلاً شراب اور زنا کو حلال سمجھتے ہوں۔ وہ شریعت میں اہل قبلہ ہی نہیں۔ اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں کہ جو شخص فقط قبلہ رخ نماز پڑھتا ہو۔ اگرچہ وہ کسی حکم قطعی کا منکر ہو۔

اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبلہ کی گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے تکفیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اہل قبلہ کی زنا کاری اور شراب خواری کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی۔ یا مثلاً کوئی شخص دیدہ و دانستہ نماز کو ترک کرے۔ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ بلکہ فاسق و فاجر کہا جائے گا۔

ہاں البتہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نماز پنجگانہ کو فرض نہیں سمجھتا۔ یا چوری اور زنا کو حلال سمجھتا ہوں۔ تو یہ شخص بالاجماع کافر ہوگا۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں:۔

معنی ھذہ القاعدۃ ان لا یکفر فی المسائل الاجتھادیۃ اذ لا نزاع فی کفر من انکر ضروریات الدین۔

اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا جو قاعدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ جو شخص ضروریات دین کا انکار کرے اس کے کفر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ فرماتے ہیں کہ اس قاعدہ کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کی طرح قبلہ رخ نماز پڑھتے ہیں اگر اُن سے بے خبری میں کوئی کلمہ ایسا نکل جائے کہ جس سے کفر لازم آتا ہو تو ان کی تکفیر نہ کی جائے گی جب تک صاف طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اس کا التزام کرتے ہیں۔ کیونکہ لزوم کفر کفر نہیں۔ التزام کفر کفر ہے۔ خوب سمجھ لو۔

ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں

تاویل وہاں معتبر ہے کہ جہاں کوئی اشتباہ ہو اور قواعد عربیت اور قواعد شریعت میں اس کی گنجائش ہو۔ یعنی وہ تاویل کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو اور جو حکم شرعی ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہو اس میں تاویل معتبر نہیں۔ بلکہ ایسے امور میں تاویل کرنا انکار کے ہم معنی ہے۔

مثلاً اگر کوئی عین نصف النہار کے وقت جس وقت کوئی ابر اور غبار بھی نہ ہو اور دھوپ نکل رہی ہو یہ کہے کہ اس وقت دن نہیں ہے۔ بلکہ رات ہے۔ ممکن ہے اس وقت آسمان پر کوئی بجلی کوند رہی ہو اور یہ روشنی اس کی ہو جس کو لوگ دھوپ

سمجھے ہوئے ہیں کیا کوئی عاقل اس تاویل کو تاویل کہے گا۔ بلکہ یہ کہے گا کہ ایک محسوس اور مشاہدہ چیز کا انکار کر رہا ہے۔ اس طرح کی تاویلیں اگر معتبر ہوں تو دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا۔ اور دہریہ اور منکرین توحید اور منکرین رسالت بھی کافر نہ ہوں گے۔ آخر وہ بھی کسی دلیل اور تاویل ہی کی بنا پر توحید و رسالت کے منکر ہیں۔

علمار اسلام کی فتوائے تکفیر میں احتیاط

علمار ربانیین نے فتوائے تکفیر میں کبھی عجلت نہیں کی۔ فروعی مسائل میں کسی کو کافر نہیں بنایا جب تک روز روشن کی طرح کسی کا کفر واضح نہیں ہو گیا۔ اس وقت تک کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ اگر مسلمان کے کلام میں (۹۹) وجہیں کفر کی ہوں اور ایک ادنیٰ سا احتمال صحیح معنیٰ کا بھی ہو تو جب تک قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ متکلم نے معنیٰ کفر ہی مراد لئے ہیں۔ اس وقت تک اس کے کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی جگہ قطعی اور یقینی طور پر کفر ثابت ہو جائے تو پھر کفر کا فتویٰ دینا فرض اور واجب ہو گا۔

مرزا صاحب ہی کو لے لیجئے کہ ابتدار میں علمار نے مرزا صاحب کے کلام کی تاویل کی مگر جب مرزا صاحب کا کفر اس درجہ واضح ہو گیا کہ تاویل کی گنجائش نہ رہی تو چار و ناچار تکفیر کرنی پڑی تاکہ مسلمان گمراہ نہ ہوں۔ ایمان اور کفر کا فرق واضح کرنا علمار کا فریضہ ہے جو اللہ کی طرف سے ان پر عائد ہے۔ اگر علمار اس قدر احتیاط نہ کرتے تو آج کفر اور اسلام میں امتیاز نہ رہتا جس ملحد کا جی چاہتا وہ اسلام کو کفر اور کفر کو اسلام بتاتا۔ اللہ تعالیٰ علمار دین کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے کفر اور اسلام کے فرق کو واضح کیا۔

اور جب کبھی کسی عالم نے غلطی یا کسی خود غرضی کی وجہ سے کوئی غلط فتویٰ دیا۔ اسی وقت اس کی تردید کی لہٰذا چند غلط فتوؤں کی بنا پر تمام صحیح فتوؤں کا رد کرنا سراسر خلاف عقل ہے۔

بعض فتوؤں کے دانستہ یا نادانستہ غلط ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ سب فتوے غلط ہیں۔ اور تکفیر کا کوئی فتویٰ قابل اعتبار نہیں۔ لہٰذا مرزائیوں کے کفر کا فتویٰ بھی قابل اعتبار نہیں۔ یہ نتیجہ نکالنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ چونکہ بعض حکام عدالت نے دانستہ یا نادانستہ غلط فیصلے کئے ہیں اور کر رہے ہیں اور روزانہ اُن کی اپیلیں ہو رہی ہیں ادھر فیصلہ اور ادھر اپیل۔ لہٰذا عدالت کا کوئی فیصلہ قابل اعتبار نہیں یا یہ کہے کہ پولیس کے چالان بہت سے غلط بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا عدالت یا پولیس کے کسی کے متعلق یہ کہنا کہ یہ مجرم ہے یا یہ شخص چور یا بدمعاش ہے۔ یہ صحیح نہیں۔

تو کیا دنیا کے مجرم یہ کہہ کر رہا اور بری ہو سکتے ہیں کہ بعض حکام فیصلہ میں غلطی کرتے ہیں یا بدنیت ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو کارخانہ عالم درہم و برہم ہو جائے۔ مرزا صاحب کی طرح دنیا میں بہت سے کذاب مدعی ہوتے ہیں۔ تو کیا کوئی شخص سچے نبیوں کی اس بنا پر تکذیب کر سکتا ہے۔ کہ سلسلہ مدعیان نبوت میں بہت سے کاذب بھی ہیں۔ لہٰذا ہم کسی نبی کو نہیں مانتے۔

پس جس طرح دنیا میں صدق اور کذب کی پڑتال کی جاتی ہے۔ اسی طرح فتاوائے تکفیر کو بھی دیکھنا چاہیئے جو

کتاب وسنت کے معیار پر صحیح اترے اس کو قبول کیا جائے اور جو اس معیار پر نہ اترے اس کو قبول نہ کیا جائے۔
محض اتنا کہہ دینے سے کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا ہے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ دنیا میں کوئی کافر اور مرتد نہیں۔
کیا ڈاکٹروں اور بیرسٹروں کے اختلاف سے یہ فیصلہ کرنا جائز ہے کہ ڈاکٹروں اور بیرسٹروں کا کوئی قول اسلئے قابل اعتبار نہیں کہ ان میں اختلاف ہے۔ لہذا دنیا میں اب کوئی مریض نہیں۔
اصل وجہ یہ ہے کہ بے دین اور بد دین لوگ ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ عوام کو علماء سے بدظن کیا جائے اور مسئلہ تکفیر کو آڑ بنا کر علماء کا تمسخر کیا جائے اور لوگوں کے جذبات کو اُن کے خلاف اُبھارا جائے تاکہ لوگ دین سے بیزار ہو جائیں اور علماء اتنے ذلیل ہو جائیں کہ ایمان اور کفر اور حلال اور حرام کی کوئی بات زبان ہی سے نہ نکال سکیں۔ ان بیچارے بے دینوں کو علماء سے کوئی ذاتی عداوت نہیں اور نہ ذاتی عداوت کی کوئی وجہ موجود ہے بلکہ نفرت و حقارت کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ علماء حلال و حرام کا نام کیوں لیتے ہیں۔ ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ یہ گروہ ہماری رشوت ستانی اور شراب خوری اور بے پردگی وغیرہ وغیرہ کو کیوں حرام اور ناجائز کہتا ہے۔

مسئلہ تکفیر میں احتیاط کا دوسرا پہلو

مسئلہ تکفیر نہایت نازک ہے جس میں غایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے جس طرح کسی مسلمان کو بلا قطعی اور واضح دلیل کے کافر کہنا وبال عظیم ہے اسی طرح جس شخص کا کفر دلیل قطعی سے واضح ہو جائے اُس کو مسلمان کہنا بھی نہایت خطرناک ہے۔ اس زمانہ میں ایک جماعت تو وہ ہے کہ جس کا مسلک یہ ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں مسلمانوں کی تکفیر کی جائے اور اسکے بالمقابل ایک دوسری جماعت تعلیم یافتہ اور آزاد خیال لوگوں کی ہے۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا مدعی ہو اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہو کسی طرح اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ اگرچہ وہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا منکر ہو اور اسلام پر نکتہ چینی کرتا ہو۔
خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ جس طرح مسلمان کو بے دلیل کافر کہنا کفر ہے۔ اسی طرح کافر کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے مسلمان ہونے کے لئے فقط مدعی اسلام ہونا کافی نہیں جب تک کہ اسلام کے تمام احکام کو دل و جان سے نہ مانے۔
حکومت کا وفادار وہی ہے کہ جو حکومت کے تمام قوانین اور آئین کو واجب العمل تسلیم کرتا ہو۔ محض زبان سے وفاداری کا دعویٰ کافی نہیں۔ جو شخص حکومت کی وفاداری کا مدعی ہو اور قانون شکنی کو بھی جائز قرار دیتا ہو اور علی الاعلان لوگوں کو قانون شکنی پر آمادہ کرتا ہو یا قانون کے ایسے جدید اور نئے معنی بیان کرتا ہو کہ جو اب تک وزراء حکومت اور حکام عدالت کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گذرے ہوں تو ایسا شخص حکومت کے نزدیک وفادار نہیں بلکہ جھوٹا اور مکار ہے اور فریبی اور عیار ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص توحید و رسالت کا تو اقرار کرے۔ مگر شراب اور زنا کی حرمت کا انکار کرے یا یہ کہے کہ میں ارکان اربعہ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض نہیں سمجھتا۔ تو جو شخص شراب اور زنا کے حرمت کے منکر کو اور علی ہذا ارکان اربعہ

کے فرضیت کے منکر کو کافر نہ سمجھے تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ یہ شخص بھی شراب و زنا کی حرمت اور ارکان اربعہ کی فرضیت کا منکر ہے۔ اگر یہ خود منکر نہ ہوتا تو منکر کو ضرور کافر سمجھتا۔ جو شخص انبیاء کرام کے گالیاں دینے والے کو کافر نہیں سمجھتا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ شخص بھی انبیاء کرام کی توہین اور گستاخی کو جائز سمجھتا ہے۔ جو شخص مسیلمہ کذاب کو کافر نہ سمجھے اس کا صاف مطلب ہے کہ دعوائے نبوت اس شخص کے نزدیک بھی جائز ہے۔

مسئلہ تکفیر کی غرض و غایت یہ ہے کہ اسلام اور کفر کی حدود ملتبس نہ ہونے پائیں۔ اور خدا کے وفادار اور باغی دوست اور دشمن ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہو جائیں۔ لیمیز اللہ الخبیث من الطیب لہٰذا جو شخص بے وجہ مسلمان کو کافر اور ضروریات دین کے منکر کو مسلمان بتاتا ہے۔ وہ اسلام کو کفر کی حدود میں۔ اور کفر کو اسلام کی حدود میں داخل کرنا چاہتا ہے دنیا کی تمام عدالتوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ عدل اور ظلم کی حدود ملتبس نہ ہونے پائیں۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ ایمان اور کفر کی حدود ملتبس نہ ہونے پائیں اور ایمان و توحید کا آبِ طہور کفر اور شرک کی نجاست کی آمیزش سے پاک اور صاف رہے۔ قال تعالےٰ انما المشرکون نجس۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔

ایمان۔ احکم الحاکمین کی بے چون و چرا اطاعت اور حلف وفاداری کا نام ہے اور کفر اللہ رب العالمین سے بغاوت کا نام ہے۔ کفر کی حقیقت یہ ہے کہ احکم الحاکمین نے جو قانون اور حکم اپنے خلفاء اور وزراء کے توسط سے بندوں پر اتارا ہے اس کو واجب العمل نہ سمجھے اور قانونِ حکومت کو واجب العمل نہ سمجھنا ہی بغاوت ہے۔

خلاصہ یہ کہ

مسئلہ تکفیر کی حقیقت صرف یہ ہے کہ احکم الحاکمین کے وفادار اور باغی کے فرق کو واضح کر دیا جائے اور مفتی مستفتی کو یہ بتلا دے کہ تو اس قول یا اس فعل سے خدا کے وفاداروں میں نہیں رہا یا خدا کے باغیوں میں جا ملا۔

علماء کسی کو کافر بناتے نہیں البتہ بتاتے ہیں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کسی کو کافر نہیں بناتے اور نہ کوئی کسی کو کافر بنا سکتا ہے۔ کافر تو خود اپنے قول اور فعل سے بنتا ہے البتہ علماء اس کو یہ بتا دیتے ہیں کہ اس قول اور فعل سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کافر بنانا علماء کے اختیار میں نہیں اور بتا دینا جرم نہیں۔

اگر کوئی وکیل یا بیرسٹر کسی تقریر یا تحریر کے متعلق یہ بتا دے کہ یہ تقریر اور تحریر قانوناً بغاوت اور شدید ترین جرم ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وکیل نے اس کو باغی بنایا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس قابل اور نکتہ رس وکیل نے تیری بغاوت کو بتلا دیا اور تیرے باغی ہونے کو جتلا دیا تاکہ تو پکڑا نہ جائے۔ بالفرض اگر اس وکیل کی رائے صحیح بھی نہ ہو تب بھی یہ وکیل قابل تشکر ہے کہ اس نے متنبہ تو کر دیا۔

ارتداد و الحاد۔ زندقہ کے احکام و تعریفات

ارتداد کی تعریف

ارتداد کے معنی لغت میں لوٹ جانے اور پھر جانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایمان اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کے ہیں۔

امام راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں۔

هو الرجوع من الاسلام الی الکفر — اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ارتداد ہے۔

اور یہ امر وضاحت کے ساتھ معلوم ہوچکا ہے کہ کفر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مذہب بھی تبدیل کرے۔ بلکہ شریعت کے کسی ایک حکم قطعی کے انکار سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ارتداد کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ علانیہ طور پر تبدیل مذہب کرے۔ مثلاً ترک اسلام کرکے یہودی یا عیسائی ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نہ تو تبدیل مذہب کرے۔ اور نہ توحید و رسالت کا انکار کرے۔ لیکن شریعت کے کسی حکم کا انکار کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نماز و زکوٰۃ کو ضروری اور فرض نہیں سمجھتا اور حج کے لئے مکہ مکرمہ جانا ضروری نہیں سمجھتا بلکہ مثلاً قادیان یا ربوہ کا جانا حج کے قائم مقام ہوسکتا ہے تو ایسا شخص بلا شبہ کافر اور مرتد ہے۔ اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔ اگرچہ یہ شخص خدا کی تمام صفات کاملہ پر ایمان رکھتا ہو اور صدق دل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتا ہو۔ اس لئے کہ جو حکم قرآن کریم اور حدیث متواتر سے ثابت ہوچکا ہے اس کا انکار۔ انکار رسالت کے مرادف اور ہم معنی ہے۔ جس طرح سرے ہی سے حکومت کو نہ تسلیم کرنا بغاوت ہے۔ اسی طرح ایک قانون شاہی کی قانون شکنی اور انکار بھی بغاوت ہے۔ اگرچہ وہ اس قانون کے سوا حکومت کے اور تمام احکام اور قوانین کو تسلیم کرے۔

شیطان کا کفر اور ارتداد بھی اسی قسم کا تھا کہ وہ خدا کی توحید اور ربوبیت کا مقر اور معترف تھا۔ اور یا رب..... کہہ کر حق تعالیٰ سے درخواست کرتا تھا۔ قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون۔ قال رب بما اغویتنی مگر حکم سجدہ کو قابل عمل نہیں سمجھتا تھا۔

أبىٰ واستكبر وكان من الكافرين ٥ — ابلیس نے اللہ کے حکم کا انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا یعنی پہلے مسلمان تھا اب کافر ہوگیا اور اسلام کے بعد کافر ہونے ہی کو ارتداد اور ہونے والے کو مرتد کہتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن تیمیہ الصارم المسلول علی شاتم الرسول صہ ۲۶۱ میں لکھتے ہیں

کما ان الردۃ تتجرد عن السب فکذلک تتجرد عن قصد تبدیل الدین وارادۃ التکذیب بالرسالۃ کما تجرد کفر ابلیس عن قصد التکذیب بالربوبیۃ۔

یعنی ارتداد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ نبی کی شان میں سب وشتم کرے یا تبدیل مذہب کرے یا نبوت ورسالت کی تکذیب کرے۔ بغیر اس کے بھی ارتداد متحقق ہو سکتا ہے جیسا کہ شیطان ملعون کا ارتداد حکم خداوندی کے نہ ماننے کی وجہ سے تھا خدا کی وحدانیت اور ربوبیت کے انکار کا ارادہ بھی نہ تھا۔

مرزا صاحب کے نزدیک ایمان اور کفر کی حقیقت

گذشتہ سطور میں یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ایمان کے لئے تمام ضروریات دین کا ماننا لازم ہے مگر کفر اور ارتداد کے لئے تمام ضروریات دین کا انکار ضروری نہیں بلکہ بعض ضروریات دین کا انکار بھی ویسا ہی کفر ہے جیسا کہ کل ضروریات دین کا انکار کفر ہے کفر اور ارتداد کے لئے اسلام یا توحید ورسالت کا انکار ضروری نہیں۔ اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کفر وارتداد کے بارہ میں مرزا صاحب کا یہی مسلک ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں ڈاکٹر عبدالحکیم کو بار بار کافر اور مرتد بتایا ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر عبدالحکیم سوائے مرزا صاحب کی نبوت کے اسلام کے کسی حکم کے منکر نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ ارتداد وکفر کے لئے صرف ایک امر کا انکار بھی کافی ہے اگرچہ وہ تاویل ہی سے کیوں نہ ہو اور علی ہذا جو لوگ مرزا صاحب کی نبوت کے منکر یا متردد ہیں۔ وہ بھی مرزا صاحب کے نزدیک کافر ہیں۔ بلکہ مرزا صاحب اپنے منکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کا کفر ایک ہی قسم کا بتاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مرزائیوں کے نزدیک بالاتفاق ایک امر قطعی کا انکار بھی کافر ہونے کے لئے کافی ہے۔

حیرت اور صد حیرت ہے کہ پنجاب کے مسیلمۂ کذاب کے متبعین اور اذناب ہم سے یہ کہتے ہیں کہ تم اہل قبلہ اور کلمہ پڑھنے والوں کی کیوں تکفیر کرتے ہو اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ تم تمام روئے زمین کے اہل قبلہ کو قادیان کے ایک دہقان کے نہ ماننے کی وجہ سے کافر بتلاتے ہو۔

الحاد اور زندقہ کی تعریف

جو امور بدیہی اور قطعی طور پر دین سے ثابت ہوں ان میں تاویل کرنا اور اُن کے ایسے معنی بیان کرنا جو اجماعی عقیدہ کے خلاف ہوں۔ قرآن کریم میں اسکا نام الحاد اور حدیث میں اس کا نام زندیق ہے اور اصطلاح شریعت میں ملحد اور زندیق اس شخص کو کہتے ہیں۔ کہ جو الفاظ تو اسلام کے کہے مگر معنے ان کے ایسے بیان کرے جس سے اس کی حقیقت ہی بدل جائے جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں یہ تاویل کرے کہ قرآن میں صلوٰۃ سے فقط دعا اور ذکر کے معنے مراد ہیں اور اس خاص ہیئت سے نماز پڑھنا ضروری نہیں۔ اور زکوٰۃ سے تزکیہ نفس مراد ہے ایک معین نصاب سے مال کی خاص مقدار کا دینا مراد نہیں۔ اس کی مثال ایسی

ہے کہ کوئی شخص قانون کی کسی دفعہ کی ایسی تشریح کرے۔ جو اس کے منشا کے مطابق اور تمام عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف ہو۔ اور یہ دعویٰ کرے کہ اب تک ججوں نے جو اس دفعہ کا مطلب سمجھ کر فیصلہ کیا وہ سب غلط تھا۔

اس شخص کے متعلق عدالت کا فیصلہ یہ ہوگا کہ یہ شخص تاویلات فاسدہ سے حکومت کے لٹریچر اور اس کے قانون کی حقیقت کو پلٹنا اور بدلنا چاہتا ہے اور صدہا سال کے عدالتوں کے فیصلوں کو غلط اور تمام گذشتہ فاضل اور مسلّم عاقل و دانا ججوں کو نادان اور ناسمجھ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اور جو شخص مسلّم عاقلوں اور داناؤں کو ناسمجھ اور نادان ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہی اس کے نادان ہونے کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

کافر اور منافق اور زندیق میں فرق

جو شخص ظاہر اور باطن میں دین اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے اور جو ظاہر میں مُقر اور باطن میں منکر ہو وہ منافق ہے اور جو شخص دین اسلام کا تو دل سے مقر ہو مگر ضروریات دین میں ایسی تاویلیں کرتا ہو جس سے شریعت کی حقیقت اور غرض و غایت ہی بدل جائے تو ایسا شخص اصطلاح شریعت میں ملحد اور زندیق کہلاتا ہے اور جس طرح منافق کا حکم کافر سے اشد ہے اسی طرح ملحد اور زندیق کا حکم منافق سے اشد ہے اور الحاد اور زندقہ درحقیقت نفاق کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ جس طرح منافق ملمع کاری سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح ملحد اور زندیق اپنے عقائد کفریہ پر تاویل فاسد کے ذریعہ اسلامی صورت کا ملمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ لوگ اسلام کے دھوکہ میں اس کے باطنی کفر کو قبول کر لیں۔ جیسا کہ علامہ شامیؒ ردالمحتار میں لکھتے ہیں:۔

فان الزندیق یموہ کفرہ ویروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجھا فی الصورۃ الصحیحۃ۔

(شامی صفحہ ۴۴۳ جلد ۳ باب الردۃ)

تحقیق ملحد اور زندیق اپنے کفر پر اسلام کا ملمع کرتا ہے۔ تاکہ اپنے عقیدۂ فاسدہ کو اس ملمع کاری کے ذریعہ لوگوں میں رائج کر سکے اور اپنے اس فاسد عقیدہ کو عمدہ صورت میں پیش کر سکے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت کا مقصد

ایمان اور کفر کی تقسیم اور کفر کے احکام

خداوند ذوالجلال نے کائنات ارضی اور سماوی کے پیدا کرنے کے بعد سب سے اخیر میں ہمارے والد و بزرگوار و محترم سیدنا حضرت آدم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور مسجود ملائک بنایا اور اپنی خلافت و نیابت کا تاج اُن کے سر پر رکھا اور نبوت و رسالت کا خلعت اُن کو پہنایا اور اپنا نائب خلیفہ بنا کر سرزمینِ ہند پر اتارا[۱]۔ تاکہ اُس شہنشاہِ مطلق اور احکم الحاکمین کے

---

[۱] حضرت آدم کی ہندوستان میں اترنے کی روایتیں تفسیر درمنثور جلد اول قصہ حضرت آدم میں مذکور ہیں۔ اہل علم درمنثور کی طرف مراجعت فرمائیں ۱۲

احکام کے مطابق تمام عالم پر حکمرانی فرمائیں۔ بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی کو وزارت عظمیٰ کا منصب جلیل عطا فرماتے ہیں تو فوجوں کو سلامی کا حکم دیتے ہیں۔ ملائکہ ارضی وسماوی۔ خداوند احکم الحاکمین کے فوج اور لشکر ہیں۔ اس لئے ان کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ یہ ہمارے خلیفہ اور نائب ہیں۔ ان کا حکم ہمارا حکم ہوگا۔ اور ان کی اطاعت ہماری اطاعت ہوگی۔

حضرت آدم علیہ السلام حق تعالٰے شانہ کے پہلے نبی اور پہلے رسول اور خلیفہ ہیں اور سرور عالم سیدنا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالٰے کے آخری نبی اور آخری رسول اور آخری خلیفہ ہیں۔ اول سے آخر تک تمام انبیاء کرام فقط رضا اور غیر رضا کا فرق بتلانے کے لئے دنیا میں آئے کہ کونسا کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے مطابق ہے اور کونسا کام اس کی مرضی کے خلاف ہے اور کونسی چیز اللہ کے نزدیک مستحسن اور پسندیدہ ہے اور کونسی چیز اللہ کے نزدیک قبیح اور ناپسند ہے جس نے حضرات انبیاء کے اعتماد اور بھروسہ پر اللہ کے احکام کو قبول کیا۔ وہ مومن بنا اور جس نے قبول نہ کیا وہ کافر بنا۔ اس طرح عالم دو قسموں پر منقسم ہوا یعنی مومن اور کافر

هو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن — اسی نے تمہیں پیدا فرمایا پس تم سے مومن ہیں اور تم میں سے کافر

اور حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت سے ایمان اور کفر کی جنگ شروع ہو گئی۔ اور قوم دو قسموں پر منقسم ہو گئی۔ آخری فتح ایمان اور اہل ایمان کی ہوئی۔

حضرات انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد۔ حق اور باطل۔ ہدایت اور ضلالت۔ سعادت اور شقاوت کا فرق واضح کرنا اور پھر اہل ایمان اور اہل ہدایت کو ساتھ لے کر اہل باطل سے جہاد و قتال کرنا ہے تاکہ خدا کے دوستوں اور دشمنوں میں امتیاز ہو جائے۔

اللہ تعالٰے نے اہل ایمان کو حزب اللہ اور حزب الرحمٰن کا لقب عطا کیا اور کافروں کو حزب الشیطان کے نام سے موسوم کیا اور ہر فریق کے احکام جدا جدا بتلائے۔ تاکہ دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ یکساں معاملہ نہ ہو۔

کفر کے احکام

کفر کے متعلق دو قسم کے احکام ہیں ایک اخروی اور ایک دنیوی۔ اخروی حکم یہ ہے کہ کفر کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب ہے۔ کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ کما قال تعالٰے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے پھر مر گئے اور وہ منکر رہے تو ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ۔

بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس کے نیچے کے گناہ جس کے چاہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا۔

جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ۔

اور یہی مضمون احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جس طرح دنیا میں بغاوت کی سزا حبس دوام ہے۔ اسی طرح کفر کی سزا اللہ کے یہاں دائمی عذاب ہے اس لئے کہ کفر اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہے

کفر کے دنیوی احکام

(۱) ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ کفر اور کافروں سے تبرّی اور بیزاری ہو۔ یعنی کافروں کو خدا کا دشمن سمجھے۔ اور کوئی دوستانہ تعلق ان سے نہ رکھے۔ قال تعالیٰ

قد کانت لکم اُسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برُءٰ ؤا منکم و مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابداً حتی تؤمنوا باللہ وحدہ

تم کو چال چلنی چاہیئے اچھی ابراہیم کی اور جو اس کے ساتھ تھے جب انہوں نے کہا اپنی قوم کو ہم الگ ہیں تم سے اور ان سے جن کو تم پوجتے ہو۔ اللہ کے سوائے۔ ہم منکر ہوئے تم سے اور کھل پڑی ہم میں اور تم میں دشمنی اور بیر ہمیشہ کو یہاں تک کہ تم یقین لاؤ اللہ اکیلے پر۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں جس میں کافروں سے موالات یعنی دوستانہ تعلقات کی ممانعت اور حرمتہ صراحتہً مذکور ہے اور علماء نے کافروں سے ترک موالات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

(۲) کافروں سے مناکحت حرام ہے۔

(۳) کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں۔

(۴) کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونا یا اُس کی قبر پر جانا بھی جائز نہیں۔

لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فَاسِقُوْنَ۔

اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ منکر ہوتے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان۔

(۵) مسلمان کے جنازہ میں کافر کو شرکت کی اجازت نہیں وہ وقت رحمت کا ہے اور کافر سے لعنت آتی ہے۔

(۶) مردہ کافروں کے لئے دعاء مغفرت جائز نہیں اگرچہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ قال تعالیٰ

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی الآیۃ

لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اگرچہ وہ ہوں قرابت والے۔

(۷) کافر کا ذبیحہ اور شکار مسلمان کے لئے حلال نہیں۔

(۸) کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔

(۹) جو کافر دارالاسلام میں مسلمانوں کی رعایا ہوں۔ ان کو فوج میں بھرتی کر کے جہاد میں ساتھ لے جانا جائز نہیں

معلوم نہیں کہ سازش کر کے دارالحرب کے کافروں سے جا ملیں۔ کما قال تعالیٰ

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ

اگر نکلتے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش میں اور تم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے۔

حدیث میں ہے إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ إِلَّا أَنْ يَكُونُوا تَابِعِينَ لَنَا أَذِلَّاءَ

ہم مشرک کی مدد نہیں لینا چاہتے مگر اس صورت میں کہ وہ ہمارے تابع اور مذلل ہو کر رہیں۔

(۱۰) جو کافر اسلامی حکومت میں رہتے ہوں اُن سے جزیہ لیا جائے گا۔

حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ

یہاں تک کہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

اور مسلمان سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔

(۱۱) کسی کافر کو کوئی وزارتی یا فوجی یا افسری کسی قسم کا کلیدی عہدہ دینا ہرگز جائز نہیں اور نہ کافروں سے سیاسی اور مملکتی امور میں مشورہ لینا جائز ہے۔ اس بارے میں فاروق اعظمؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کا ایک مکالمہ نقل کرتے ہیں۔

(ابو موسیٰ اشعریؓ) قلت لعمرؓ ان لی کاتبا نصرانیا

ابو موسیٰ کہتے ہیں۔ میں نے فاروق اعظم سے عرض کیا اے امیر المومنین میرے پاس ایک نصرانی کاتب ملازم ہے۔

(فاروق اعظمؓ) مالك قاتلك الله اما سمعت الله يقول يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى اولياء بعضهم اولياء بعض الا اتخذت حنيفا۔

اے ابو موسیٰ تجھے کیا ہوا خدا تعالیٰ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ کیا تو نے حق تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا کہ یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست اور معین اور مددگار نہ بناؤ یہ تمام کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تمہارا کوئی دوست نہیں۔ کسی مسلمان کو کیوں نہ ملازم رکھا

(ابو موسیٰؓ) یا امیر المومنین ان لی کتابته وله دینه۔

ابو موسیٰ نے عرض کیا اے امیر المومنین مجھ کو تو فقط اس کے حساب و کتاب سے مطلب ہے اس کا دین اس کیلئے ہے۔

(عمر فاروقؓ) لا اکرمهم اذا اهانهم الله ولا اعزهم اذ اذلهم الله ولا ادنيهم اذا اقصاهم الله تعالیٰ۔

فاروق اعظم نے فرمایا خدا کی قسم میں اُن لوگوں کا ہرگز اعزاز اور اکرام نہ کروں گا جن کو خدا نے ذلیل اور حقیر قرار دیا۔ اور اُن لوگوں کو ہرگز اپنے قریب جگہ نہ دوں گا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے دور رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم)

ایک اور روایت میں ہے کہ فاروق اعظمؓ نے ابو موسیٰؓ کو اس پر زجر اور توبیخ کی اور یہ فرمایا۔

لا تدنهم وقد اقصاهم الله ولا تكرمهم وقد اهانهم الله ولا تأمنهم وقد خونهم الله

کافروں کو اپنے قریب جگہ مت دو تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو دور رکھنے کا حکم دیا ہے ان کا اعزاز اور اکرام نہ کرو۔

وقال۔ لا تستعملوا اھل الکتاب فانھم یستحلون الرشا واستعینوا علی امورکم وعلی رعیتکم بالذین یخشون اللہ تعالیٰ۔

(تفسیر قرطبی صفحہ ۱۷۹ جلد ۴)

اللہ تعالیٰ نے ان کی اہانت کا حکم دیا ہے۔ ان کو امین اور امانت وار نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خائن بتلایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ کو کوئی عہدہ نہ دو۔ یہ لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں رشوت لینے کو حلال سمجھتے ہیں۔ امور سلطنت اور امور رعیت میں ایسے لوگوں سے امداد لو جو خدا ترس ہوں۔

امام ابوبکر رازی احکام القرآن صفحہ ۴۷ جلد ۲ میں لکھتے ہیں۔

وقد روی عن عمر انہ بلغہ ان ابا موسیٰ استکتب رجلا من اھل الذمۃ فکتب الیہ یعنفہ وتلا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الآیہ

ایک روایت میں ہے کہ فاروق اعظم کو یہ خبر پہونچی کہ ابوموسیٰ نے ایک نصرانی کو اپنا کاتب مقرر کیا ہے۔ فاروق اعظم نے اسی وقت ان کو ایک زجری اور تہدیدی خط لکھا اور اس میں یہ آیت لکھی۔

مسئلہ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے ہم پوری آیت مع ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ھٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَکُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْکِتٰبِ کُلِّہٖ وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۝

اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا۔ وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں۔ ان کی خوشی ہے۔ تم جس قدر تکلیف میں رہو۔ نکلی پڑتی ہے۔ دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ ہم نے بتا دیئے تم کو پتے۔ اگر تم کو عقل ہے۔ سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو۔ اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ سے تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں۔ اللہ کو خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں۔ اگر تم کو ملے کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی تو خوش ہوں اس سے۔ اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑ سکے گا تمہارا ان کے فریب سے۔ بیشک جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ سب اللہ کے بس میں ہے۔ (ترجمہ فتح المنان شیخ الہند مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہما)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فاروق اعظمؓ کا وہ اثر جو ہم نے نقل کیا ہے، ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

فغی ھذا الاثر مع ھذہ الآیۃ دلیل علی ان اھل الذمۃ لا یجوز استعمالھم فی الکتابۃ التی فیھا استطالۃ علی المسلمین واطلاع علی دواخل امورھم التی یخشیٰ ان یفشوھا الی الاعداء من اھل الحرب ولھذا قال تعالیٰ لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم۔

(تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۷، جلد ۲)

ترجمہ۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول میں مع آیت کریمہ اس امر پر دلیل ہے کہ اہل الذمہ کا ایسے عہدوں پر کہ جن میں ملازم رکھنا جس کی وجہ اہل اسلام پر ان کی تعدی لازم آتی ہو اور مسلمانوں کے داخلی امور پر مطلع ہونے کے سبب کفار اور دشمنان اسلام کی طرف جاسوسی کا خطرہ ہو جائز اور حلال نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لا یألونکم خبالا الخ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس بصیرت افروز اور سیاست آموز مکالمہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ غیر مسلموں پر اعتماد فقط شریعت ہی کے خلاف نہیں بلکہ تدبیر اور سیاست کے بھی خلاف ہے اور یہ واضح فرما دیا کہ غیر مسلم کو ملازمت دینے کے لئے یہ عذر کہ ہم کو صرف ان کی خدمات درکار ہیں۔ اُن کے مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ عذر سراسر پوچ اور بیکار ہے تم کو دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ تو اس کافر کو تو اپنے مذہب سے سروکار ہے اور تمہارے مذہب سے اس کو خصومت اور پیکار ہے۔ تم بے خبر اور غافل ہو اور وہ بڑا ہوشیار ہے۔ اس کافر کو ہر وقت یہ فکر ہے کہ اس کی قوم عزیز اور سربلند ہو اور اسلام اور مسلمان ذلیل اور خوار ہوں۔ قال تعالیٰ ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا۔

مرتد کا شرعی حکم

اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے جو قرآن کریم اور حدیث نبوی اور اجماع سے ثابت ہے۔ مرتدین کا منشاء انتقاد پر شور و غوغا ایسا ہی ہے جیسا کہ چور اور ڈاکو قطع ید (ہاتھ اور پیر کاٹنے) اور سولی پر لٹکانے کی سزا پر شور و غوغا برپا کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ چور اور ڈاکو کے ہاتھ اور پیر کاٹنا خلاف تہذیب ہے۔ سبحان اللہ۔ حق تعالیٰ نے چوروں اور ڈاکوؤں کی جو سزا تجویز فرمائی وہ تو ان حضرات کے نزدیک خلاف تہذیب ہے مگر چوری ان حضرات کے نزدیک خلاف تہذیب نہیں۔ اور علیٰ ہذا زناکاری اور شراب خوری کی سزا جلد اور رجم بھی ان کے نزدیک خلاف تہذیب ہے مگر زنا اور شراب خواری۔ بےحیائی اور بدمستی خلاف تہذیب نہیں۔ اور قانون مارشل لا۔ حکومت کے مرتد کی سزا ہے اور جو عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ تلوار سے فقط مرتد کی گردن اڑا دینا اتنا شدید نہیں جتنا کہ رہ رہ کر لوگوں پر بے دریغ گولیاں چلانا اور ان پر آگ برسانا۔

اگر کوئی شخص سرے ہی سے اسلام میں داخل نہ ہو تو اسلام کی توہین نہیں۔ لیکن اسلام میں داخل ہونے کے بعد مرتد ہونے میں اسلام کی زیادہ توہین ہے جس طرح رعایا بن جانے کے بعد باغی ہو جانے میں حکومت کی زیادہ توہین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا بن جانے کے بعد باغی کی سزا سخت ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ جو اس سلطنت کی رعایا ہی نہیں

بلکہ کسی دوسری سلطنت کی رعایا ہے۔ جو شخص ابتدا ہی سے مخالف ہو وہ اتنا مضر نہیں جتنا کہ محبت اور موافقت کے بعد مخالفت کرے۔ لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی بات تو ہو گی کہ دوستی کے بعد دشمنی پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ بعض یہودیوں نے اسلام کو اسی طرح بدنام کرنے کی کوشش کی۔

وقالت طائفۃ من اھل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النھار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون۔

یہودیوں کی ایک جماعت نے بطور چالاکی یہ کہا کہ کچھ آدمی صبح کے وقت مسلمانوں کی کتاب پر ظاہرًا ایمان لے آئیں اور شام کے وقت منکر ہو جائیں اور لوگوں سے یہ کہیں کہ ہمیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں کہ جن کی توریت میں بشارت دی گئی۔

شاید اس طریق سے بہت سے ضعیف الایمان اسلام سے مرتد ہو جائیں۔ اور سمجھ لیں کہ اسلام میں ضرور کوئی عیب دیکھا ہوگا کہ اسلام میں جو داخل ہونے کے بعد پھر اُس سے نکلے۔ غرض یہ کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد مرتد ہونا اس میں اسلام کی سخت توہین اور تذلیل ہے اسلئے شریعت میں مرتد کی سزا بھی سخت ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس مقام پر بعض لوگ اُن آیات قرآنیہ کو پیش کرتے ہیں۔ جن میں مرتد کی سزا فقط لعنت اور حبط اعمال ذکر کی گئی ہے اور اس کے ساتھ قتل مذکور نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ قتل عمد کے متعلق فقط لعنت اور غضب کا ذکر فرمایا ہے مگر قصاص کا ذکر نہیں فرمایا۔ تو یہ اس کی دلیل نہیں بن سکتا کہ قاتل عمد پر قصاص نہیں کما قال تعالیٰ وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا۔ پس جس طرح قاتل عمد کی سزا یعنی قصاص دوسری جگہ سے اس غضب اور لعنت کے ساتھ شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح اُن آیات مرتدین کے ساتھ جن میں فقط لعنت اور حبط اعمال کا ذکر ہے اُن آیات اور احادیث کو بھی شامل کر لیا جائے۔ جن میں قتل مرتد کا ذکر ہے۔

اب ہم مسئلہ زیر بحث یعنی قتل مرتد کے دلائل بالترتیب ذکر کرتے ہیں۔

مرتدین کے حق میں قرآن کریم کا فیصلہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ يُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَاۤئِمٍ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ اِنَّمَا

اے ایمان والو جو تم سے اپنے دین سے پھر جائیگا تو مرتد ہو کر اپنا ہی نقصان کریگا دین اسلام کو کوئی ضرر نہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن مرتدین کے مقابلہ کیلئے ایسی قوم لائیگا کہ جن کو اللہ محبوب رکھتا ہو اور وہ اللہ کے عاشق ہوں گے خدا کے محبین اور عاشقین یعنی مسلمانوں کے حق میں نرم اور متواضع اور کافروں کے حق میں جنہوں نے خدا اور رسول کے مقابلہ

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ٥

میں سر اٹھا رکھا ہے اُن کے حق میں سخت اور زبردست ہونگے خدا کی راہ میں ان مرتدین سے جہاد و قتال کریں گے اور مرتدین کے مقابلہ اور مقاتلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ہرگز نہ ڈریں گے۔ مثلاً اگر مرتدین کے جہاد و قتال پر کوئی یہ طعنہ دے کہ قتل مرتد خلاف انسانیت ہے تو ان کو اس ملامت اور طعن کی ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے محبین اور محبوبین کو مرتدین سے جہاد و قتال کی توفیق دی۔ جس کو چاہتا ہے اس کو اس قسم کی توفیق دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی بخشش والا اور خبردار ہے خوب جانتا ہے کہ کون اس اعزاز اور اکرام کا مستحق ہے کہ اس کے ہاتھ سے مرتدین کی سرکوبی کرائی جائے۔ اور اے مسلمانو تم یہود اور نصاریٰ کی موالاۃ اور ان کے تعلقات پر ہرگز نظر نہ کرنا۔ جز این نیست کہ تمہارا ولی اور معین و مددگار اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے عاشق ہیں۔ یعنی وہ اہل ایمان جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھے اور اسکے دشمنوں سے بے دغدغہ ملامت۔ عاشقانہ اور والہانہ جہاد و قتال کرے تو ایسا شخص بلاشبہ حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت ہے اور انجام کار اللہ ہی کی جماعت شیطان کی جماعت پر غالب رہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی قدس اللہ سرہٗ نے اس آیت شریفہ کے متعلق اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں مفصل کلام فرمایا۔ اس وقت ہم اس کا خلاصہ اور اقتباس پیش کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ الآیۃ اس آیت سے دو چیزوں کا بیان کرنا مقصود ہے ایک اُس حادثہ اور فتنہ کی خبر دینا ہے کہ جو حضور کے وفات سے پیشتر پیش آیا اور بعد میں ترقی کر گیا۔ یعنی فتنۂ ارتداد اور دوسرے اس فتنہ کے انسداد کی تدبیر بتلانا کہ جو اللہ تعالےٰ نے حجب الغیب میں اس کے لئے مقرر فرمائی ہے تاکہ جس وقت وہ فتنہ نمودار ہو تو دل مضطرب اور پریشان نہ ہو۔ پیش آنے سے پہلے ہی اس سے واقف اور باخبر ہوں اور تاکہ جس وقت وہ ظاہر ہو تو اس کے انسداد کے لئے اس تدبیر کو اختیار کریں جو حق تعالےٰ

نے بتلائی ہے اور اپنی ہمت اور سعی اور جد و جہد سے دریغ نہ کریں اور اس تدبیر کو صد اتمام تک پہنچانے کو اپنے لئے سعادت سمجھیں۔

اس حادثہ اور فتنہ کی شرح تو یہ ہے کہ حضور کے اخیر زمانہ میں عرب کے کچھ فرقے مرتد ہو گئے۔ بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کی قوم نے اس کی تصدیق کی اور ایک فتنہ عظیم برپا کیا۔ جیسے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی اور پیر شاہ صاحب نے مختصراً ان مدعیان نبوت کے دعوائے نبوت اور ان کے قتل کا حال بیان فرمایا جس کو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مدعیان نبوت کے باب میں مفصل ذکر کریں گے۔

اور عرب کے بعض فرقے اسلام سے مرتد ہو کر اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ گئے۔ اور ایک فرقہ نے فقط زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ باقی اسلام کی کسی اور چیز کا انکار نہیں کیا نہ توحید کا نہ رسالت کا نہ نماز کا اور نہ روزہ کا اور نہ حج کا۔ اول الذکر دو فریق کے قتل و قتال میں صحابہ کرام کو کوئی تردد نہ ہوا۔ اس آخری فرقہ یعنی مانعین زکوٰۃ کے بارہ میں حضرت عمر کو تردد ہوا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں سے کیسے قتال کرتے ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا (یعنی نماز کا اقرار کرے اور زکوٰۃ کا انکار کرے) میں ضرور اس سے جہاد و قتال کروں گا۔ یعنی اگرچہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہو اور یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ یا رسی بھی جو رسول اللہ کے زمانہ میں دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد و قتال کروں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری سمجھ میں آگیا کہ یہی حق ہے۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ راجع احکام القرآن للجصاص ج۲ ص۳ و عمدۃ القاری ج۲۴ ص۸۱

اور اس تدبیر کی شرح جو حق جل شانہ نے اس حادثہ میں مقرر فرمائی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مرتدین سے جہاد و قتال کا داعیہ صدیق اکبر کے قلب مطہر پر القا فرمایا اور ان کے دل میں اس کا اہتمام اور فکر خاص طور سے ڈال دیا اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کے بارہ میں فرمایا۔ اَلْعِصْمَةُ فِيْهَا السَّيْفُ رَوَاهُ مُحْيِي السُّنَّةِ
فتنہ ارتداد میں بچنے کی صورت صرف تلوار ہے۔

اکثر صحابہ اس تیسرے فرقہ یعنی مانعین زکوٰۃ کے جہاد و قتال کے بارہ میں ابتداءً متردد تھے کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں اور کلمہ گو ہیں۔ ان سے کیسے جہاد و قتال کیا جائے۔ مگر جب صدیق اکبر نے اپنی تلوار زیب دوش کی اور تنہا نکلنے کے لئے تیار ہو گئے اس وقت صحابہ نے دیکھ لیا کہ سوائے جہاد میں جانے کے کوئی مفر نہیں تو عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ بیٹھئے ہم جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ ابتداء میں ہم مانعین زکوٰۃ سے لڑنے کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن بعد میں جب ہم پر حقیقت منکشف ہوئی تو ہم ابوبکرؓ کے شکر گذار ہوئے۔ کذا فی ازالۃ الخفاء صفحہ ۴۳، ۴۴، ۴۵۔

حافظ عسقلانی ؒ فتح الباری صفحہ ۲۴۴ جلد ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ مرتد ہونے والے تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ تھے کہ جو شرک اور بت پرستی کی طرف لوٹ گئے تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو کسی مدعی نبوت کے پیرو ہو گئے تھے

لہ بنا تفسیر التفریق: کذا عینی فی عمدۃ القاری ج۲۴ ص۳ باب قتل من ابی قبول الفرائض

تیسرے وہ لوگ تھے جو اسلام پر قائم تھے لیکن صرف زکوٰۃ کے منکر تھے اور یہ تاویل کرتے تھے کہ زکوٰۃ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی اور خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ کا خطاب (جس میں زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ہے) نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ساتھ مخصوص ہے۔ فاروق اعظم کو اس تیسرے گروہ کے قتال کے بارہ میں کچھ تردد تھا۔ صدیق اکبرؓ اس گروہ کے قتال اور جہاد پر تلے ہوئے تھے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میری سمجھ میں آگیا اور مجھ کو شرح صدر ہو گیا کہ یہی حق ہے فتح الباری صفحہ ۲۴۴ جلد ۱۲ و صفحہ ۲۴۵ جلد ۱۲

یعنی یہ سمجھ میں آگیا کہ فرائض دین اور شعائر اسلام اور ضروریات دین میں ایسی مہمل تاویل کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسی تاویلوں کی وجہ سے آدمی کفر اور ارتداد سے نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اس پر ایک باب قائم فرمایا۔ وہ یہ ہے۔ بَابُ مَنْ اَبٰى قُبُوْلَ الْفَرَائِضِ وَمَا نُسِبُوْا اِلَى الرِّدَّةِ۔ جو شخص فرائض دین میں سے کسی ایک فریضہ کو بھی قبول نہ کرے تو وہ کافر اور مرتد ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے لئے محض کلمہ گو اور مدعی اسلام ہونا کافی نہیں جب تک کہ تمام احکام کو قبول نہ کرے

۷ امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر نے ان مانعین زکوٰۃ کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے ایک لشکر روانہ کیا

حَتّٰى سَبٰى وَقَتَلَ وَحَرَّقَ بِالنِّيْرَانِ اُنَاسًا اِرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ وَمَنَعُوا الزَّكٰوةَ فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰى اَقَرُّوْا بِالْمَاعُوْنِ۔

(تفسیر ابن جریر ص ۱۸۳ ج ۱)

یہاں تک اُن لوگوں کو قید کیا اور قتل کیا اور اُن کے گھروں میں آگ لگائی جو اسلام سے مرتد ہوئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تا آنکہ انہوں نے اس امر کا اقرار کیا کہ حقیر سے حقیر چیز بھی نہ روکیں گے۔

امام محمد بن حسن شیبانی سے منقول ہے کہ جو بستی ترک اذان یا ترکِ ختان پر متفق ہو جائے یعنی اس پر متفق ہو جائے کہ ہم بغیر اذان کے نماز پڑھیں گے اور ختنہ نہیں کرائیں گے تو بادشاہ اسلام کے ذمہ اُن سے جہاد و قتال واجب ہے۔

امام ابوبکر رازی احکام القرآن صفحہ ۸۲ جلد ۳ سورۂ توبہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قد كانت الصحابة سبت ذراري مانعي الزكوة وقتلت مقاتلتهم وسموهم اهل الردة لانهم امتنعوا من التزام الزكوة وقبول وجوبها فكانوا مرتدين بذلك لان من كفر بآية من القرآن فقد كفر به كله وعلى ذلك اجرى حكمهم ابوبكر الصديق مع سائر الصحابة حين قاتلوهم ويدل على انهم مرتدون بامتناعهم من قبول فرض الزكوة ما روى معمر عن الزهري الخ ثم ساق الروايات في ذلك الى ان قال فاخبر جميع هؤلاء الرواة ان الذين ارتدوا من العرب

صحابہ رضی اللہ عنہم نے مانعین زکوٰۃ کی اولادوں کو قید کر دیا تھا اور ان کے مردوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور انہیں اہل ردۃ کا لقب دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کے التزام اور تسلیم وجوب سے انکار کر دیا تھا۔ اسی بنا پر انہیں مرتد قرار دیا گیا تھا۔ کیونکہ جو شخص ایک آیت قرآنی کے ساتھ انکار کرلے تو اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔ جیسا کہ سرکاری ایک قانون کا انکار بغاوت سمجھا جاتا ہے۔ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے بھی تمام صحابہ کے اتفاق کے ساتھ اس وجہ سے ان پر حکم قتال جاری کر دیا

ان کے زکوٰۃ کے فریضہ کا انکار و عدم قبول کی وجہ سے مرتد

انما کان ردتھم من جھۃ الخ

ہو جانے پر دلیل وہ روایات ہیں جو زہری سے معمر نے روایت کی ہیں۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر رازی نے وہ روایات نقل فرمائی ہیں۔ پھر یہ فرمایا۔ کہ ان تمام راویان حدیث کے بیان سے معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ عرب کے مرتد ہوتے تھے۔ ان کا ارتداد بوجہ انکار زکوٰۃ کے تھا۔

لطائف و معارف

(۱) فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ الخ یعنی اللہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک قوم لائیگا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو قوم مرتدین سے جہاد وقتال کرے گی۔ وہ قوم خدا تعالیٰ کی آوردہ اور پسندیدہ ہو گی۔

(۲) پھر آئندہ آیت میں اس قوم کی چھ صفتیں ذکر فرمائیں اول و دوم (يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھے گا۔ اور وہ اللہ کو محبوب رکھیں گے۔ یہ دو صفتیں وہ ہیں کہ جن کا تعلق خدا اور بندہ کے درمیان ہے۔ سوم و چہارم اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ یعنے مسلمانوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں گرم ہوں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے اشداء علی الکفار رحماء بینھم جیسے جبریل امین اہل ایمان کے لئے باعث رحمت ہیں اور کافروں کے لئے موجب ہلاکت ہیں بمنزلہ جارحۂ الہیہ کے ہیں کہ کبھی رحمت و برکت کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی اہلاک و اتلاف کا صدور ہوتا ہے ان دو صفتوں کا تعلق بندوں کے باہمی روابط اور تعلقات سے ہے صفت پنجم۔ جہاد فی سبیل اللہ یعنی خدا سے سرکشی اور گردن کشی کرنے والوں کی سرکوبی اور گردن کشی میں اپنی پوری جدوجہد۔ کہ پانی کی طرح سے بے دریغ بہا دینا یہ حقیقت ہے جہاد کی۔ صفت ششم کسی ملامت اور طعن کی پرواہ نہ کرنا۔ بسا اوقات آدمی کسی چیز کو حق سمجھتا ہے مگر بدنامی اور لوگوں کی ملامت اور طعن و تشنیع کی وجہ سے حق کی نصرت اور حمایت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اس صفت میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ مرتدین سے جہاد وقتال کرنے والی قوم خدا کی ایسی عاشق و جان نثار اور نشۂ عشق و محبت میں ایسی سرشار ہوگی کہ مرتدین سے جہاد وقتال کے بارہ میں ان کو ذرہ برابر کسی ملامت اور طعن کا خیال بھی نہ آئے گا ؎

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں — مانمی خواہیم ننگ و نام را

؎ وَاِذَا انْتَهَى عَرَفَ الرَّشَادَ لِنَفْسِهٖ — هَانَتْ عَلَيْهِ مَلَامَةُ الْعُذَّالِ

بلکہ بعض مرتبہ غلبۂ محبت میں ملامت لذیذ معلوم ہونے لگتی ہے۔

؎ اَجِدُ الْمَلَامَةَ فِي هَوَاكَ لَذِيذَةً — حُبًّا لِذِكْرِكَ فَلْيَلُمْنِي اللُّوَّمُ

مرتدین کے اصل مارنے والے اور عذاب دینے والے حق جل شانہ ہیں۔ اور مجاہدین کے ہاتھ بمنزلہ تیر و تلوار کے ہیں۔ قال تعالیٰ

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ — تم ان کافروں سے قتال کرو۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ ان کافروں کو تمہارے ہاتھ سے سزا دلائے۔

مگر چونکہ اصل مارنے والا یعنی حق تعالیٰ شانہ نظروں سے پوشیدہ ہے اس لئے قاصر الفہم ان مجاہدین پر طعن اور ملامت کے آوازے کستے ہیں کہ تم کس وحشت اور بربریت پر کمربستہ ہو۔ مجاہدین کہتے ہیں کرنے نادانو۔ ہم تو خداوند کردگار کے تیر اور تلوار ہیں ہمیں کیا طعن اور کیسی ملامت کیا کسی عاقل نے تیر اور تلوار کو بھی ملامت کی ہے۔ کسی کا شعر ہے۔

فانت حسام الملك والله ضارب　　وانت لواء الدين والله عاقد

تو تو بادشاہ کی تلوار ہے اور اللہ مارنے والے ہیں۔ اور تو دین کا علم ہے اسکے نصب کرنیوالے اللہ تعالیٰ ہی ہیں

اور اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ سے مسلمانوں کو تسلی دینا مقصود ہے کہ تم اپنی کمزوری کی وجہ سے پریشان اور مضطرب نہ ہونا۔ اللہ اور اس کا رسول اور اس کے مومن بندے تمہارے معین اور مددگار ہیں۔

قتل مرتد پر اعتراض کرنے والے بھی عجب نادان ہیں۔ ایک معمولی بادشاہ اور صدر جمہوریہ کی بغاوت پر ہر قسم کی بربادی اور لمباری کو فقط جائز ہی نہیں رکھتے بلکہ اس کو عین سیاست اور عین حکمت اور فرائض سلطنت اور حقوق مملکت سے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ صدر جمہوریہ جاہلوں کی ایک جم غفیر اور احمقوں کی ایک بھیڑ کے ووٹوں سے صدر بنا ہے اپنے صدر جمہوریہ کے باغیوں کے لئے سخت سے سخت سزا ان روشن خیالوں کے نزدیک روا ہے اور احکم الحاکمین سے بغاوت کرنے والوں اور اس کے خلفاء اور وزراء یعنی حضرات انبیاء و مرسلین سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے والوں سے جہاد و قتال خلاف تہذیب اور خلاف انسانیت ہے نبوت اور بادشاہت میں بس یہی فرق ہے۔ بادشاہ ملک اور سلطنت اور دنیاوی مصالح کے لئے جنگ کرتا ہے۔ اور نبی جو کچھ کرتا ہے۔ وہ محض اللہ کے لئے کرتا ہے۔ سیدنا داؤد و سیدنا سلیمان کی بے مثال حکومت ان کی نبوت کا معجزہ تھا اور خداوند ذوالجلال کی بے چون و چگون حکومت کا ایک معمولی سا عکس اور پرتو تھا۔ نام داؤد اور سلیمان کا تھا اور اندرونی طور پر تمام احکام احکم الحاکمین کے تھے۔ خلفاء راشدین کا دور خلافت حضرت سلیمان کی حکومت کا ایک نمونہ تھا۔ اب اس نمونہ کا اعادہ امام مہدی کے ظہور اور حضرت عیسےٰ بن مریم کے نزول پر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ (تبرکا لا تعلیقا)

مرتد کا فیصلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

(۱) صحیح بخاری شریف بَابُ حُکْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّۃِ میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے۔

اُتِیَ عَلِیٌّ بِزَنَادِقَۃٍ فَاَحْرَقَھُمْ۔ — حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے چند زندیق اور ملحد لوگ حاضر کیے گئے آپ نے سب کو آگ میں جلانے کا حکم دیا اور جلا دیئے گئے

اور سنن ابی داؤد صفحہ ۵۹ جلد ۲ کتاب الحدود باب الحکم فی من ارتد میں یہ لفظ ہیں۔

عن عکرمۃ اَنَّ عَلِیًّا اَحْرَقَ اُنَاسًا اِرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ۔ — حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان چند آدمیوں کو آگ میں جلوایا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔

---

(۱) فتح الباری صفحہ ۲۲۰ جلد ۱۲

معلوم ہوا کہ یہ زنادقہ مرتدین تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کو جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس عمل کی خبر ہوئی تو یہ فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو آگ میں نہ ڈالتا۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا ارشاد ہے۔

لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰہِ۔ اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو یعنی آگ میں نہ ڈالو۔ کیونکہ اللہ کا عذاب ہے۔

بلکہ میں ان مرتدین کے قتل پر اکتفا کرتا۔۔۔۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ جو شخص دین اسلام کے بدلہ دوسرا دین اختیار کر لے اس کو قتل کر ڈالو۔

سنن ابی داؤد صفحہ ۵۱۸ جلد ۲ میں ہے۔

فَبَلَغَ ذٰلِکَ عَلِیًّا فَقَالَ وَیْحَ ابْنَ عَبَّاسٍ۔ ابن عباسؓ کا یہ قول حضرت علیؓ کو پہنچا تو یہ فرمایا شاباش ہو ابن عباسؓ کو۔

حافظ عسقلانی ابوداؤد کی اس زیادتی کو نقل کر کے فرماتے ہیں ممکن ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ قول ویح ابن عباس تعجب اور استحسان کے لئے ہو اور ویح کے معنی واہ واہ کے ہوں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلمہ ویح اس مقام میں اظہار ناپسندیدگی کے لئے ہو یعنی افسوس ہو یعنی افسوس ابن عباس پر کہ بغیر تامل اور تفکر کے مجھ پر اعتراض کر دیا۔

اور مقصود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ ہو کہ بے شک آگ میں جلانا ناپسندیدہ امر ہے لیکن حرام بھی نہیں۔ اور اگر زجر و توبیخ کے لئے اس قسم کے مجرمین کو آگ میں ڈلوایا جائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں اور ممکن ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ مذہب ہو کہ امام کو اختیار ہے کہ کسی مرتد کو تغلیظ اور تشدید کے لئے آگ میں جلا دے جیسا کہ ہم عنقریب معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری سے نقل کریں گے کہ ان کے نزدیک بھی عبرت کے لئے مرتد کو آگ میں ڈالنا جائز تھا۔

فتح الباری صفحہ ۲۲۹ جلد ۱۲ باب حکم المرتد والمرتدۃ

تنبیہ۔ قتل کر کے آگ میں ڈال دینا بالاتفاق جائز ہے کلام احراق حی میں ہے۔ بظاہر حضرت علیؓ نے قتل کے بعد جلایا۔ مسئلہ تعذیب حیوان بالنار کے لئے شرح سیر کبیر صفحہ ۲۷۴ جلد ۲ کی مراجعت کی جائے۔

(۲) یمن فتح ہونے کے بعد حضور پر نور نے یمن کے ایک علاقہ پر ابوموسیٰ اشعریؓ کو اور ایک علاقہ پر معاذ بن جبلؓ کو مقرر فرمایا دونوں اپنے اپنے علاقہ میں کام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ معاذ بن جبلؓ بغرض ملاقات ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس گئے دیکھا کہ ایک شخص سامنے بندھا کھڑا ہوا ہے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ شخص مرتد ہے پہلے یہودی تھا۔ مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر یہودی ہو گیا۔ اور آپ تشریف رکھئے اور ایک تکیہ بھی معاذ بن جبل کے لئے رکھ دیا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

لَا اَجْلِسُ حَتّٰی یُقْتَلَ قَضَاءُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کہ میں اس وقت تک ہرگز نہ بیٹھوں گا جب تک اس کو قتل نہ کیا

بالرفع خبر مبتدأ محذوف ویجوز النصب ۱۲ فتح الباری صفحہ ۲۴۴ جلد ۱۲

ثلاث مرات فأمر به فقتل وفي رواية ايوب بعد
قوله قضاء الله ورسوله ان من رجع عن دينه
او قال بدل دينه فاقتلوه وفي رواية عنه

جائے۔ مرتد کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے
کہ جو دین اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو قتل کر ڈالو۔ اس لفظ
کو تین بار فرمایا۔ اسی وقت اس کے قتل کا حکم دیا گیا۔ اور وہ
قتل کر دیا گیا۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔
والله لا اقعد حتى تضربوا عنقه فضرب عنقه
وفي رواية الطبراني التي اشرت اليها فاتي بحطب
فالهب فيه النار فكتفه وطرحه فيها ويمكن
الجمع بانه ضرب عنقه ثم القاه في النار
ويؤخذ منه ان اباموسى ومعاذا كانا يريان
جواز التعذيب بالنار واحراق الميت بالنار
مبالغة في اهانته وترهيبا عن الاقتداء به۔
فتح الباری صفحہ ۲۴۳ جلد ۱۲
باب حکم المرتد والمرتدة

خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا۔ جب تک کہ تم اس کی
گردن نہ اڑا دو۔ چنانچہ اسی وقت اس کی گردن اڑا دی گئی۔ اور
معجم طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ ایندھن لایا گیا۔ اور
آگ سلگائی گئی اور اس شخص کے ہاتھ پیر باندھ کر اس آگ
میں ڈال دیا گیا۔ اس روایت اور گذشتہ روایت میں کوئی
منافات نہیں ممکن ہے کہ پہلے گردن ماری گئی ہو اور بعد
میں آگ میں ڈالا گیا ہو۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اس کے قائل تھے کہ مرتد کو
آگ میں جلانا جائز ہے تاکہ مرتد کی خوب اچھی طرح توہین
اور تذلیل ہو جائے اور لوگ اس کی پیروی سے ڈر جائیں۔

مختلف روایات سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے تھی کہ زنادقہ اور مرتدین کو عبرت ناک
سزا دی جائے۔ اول قتل فرماتے اور پھر آگ کے گڑھے میں ڈال لیتے۔ کما قال ؂

انی اذا رأیت امرا منکرا   اوقدت ناری ودعوت قنبرا

جب میں برا اور بیرا کام (مثلاً ارتداد) دیکھتا ہوں تو آگ جلاتا ہوں اور سزا کے لئے قنبر کو (غلام کا نام ہے) بلاتا ہوں کذا فی
فتح الباری صفحہ ۲۳۸ جلد ۱۲

(۳) سنن ابی داؤد صفحہ ۵۹۹ جلد ۲۔ اور سنن نسائی صفحہ ۶۲۷ میں ہے۔

عن ابن عباس قال كان عبد الله بن سعد
بن ابي السرح يكتب لرسول الله صلى الله عليه
وسلم فازله الشيطان فلحق بالكفار
فامر به رسول الله صلى الله عليه وسلم ان
يقتل يوم الفتح فاستجار له عثمان فاجاره

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ
بن سعد۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کاتب وحی تھے۔
شیطان نے بہکایا، مرتد ہو کر کافروں سے جا ملے حضور پر نور
نے فتح مکہ کے دن حکم دیا کہ عبد اللہ بن سعد کو قتل کر دیا جائے۔
عبد اللہ بن سعد تائب ہو کر حاضر ہوئے اور حضرت عثمان کی

له عون المعبود صفحہ ۲۲۵ جلد ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سفارش سے حضور نے ان کی توبہ قبول کی۔ اور ان سے بیعت کی جیسا کہ ابوداؤد کی دوسری مفصل روایت میں اس کا ذکر ہے

اور سنن نسائی صفحہ ۶۲۹ میں ہے کہ ثم ان ربك للذين هاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاهدوا وصبروا ان ربك من بعدها لغفور رحيم یہ آیت عبداللہ بن سعد کے بارہ میں اتری۔

(۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس زمانہ میں اپنے مکان میں محصور تھے تو ایک دن یہ فرمایا کہ یہ بلوائی مجھ کو قتل کی دھمکی دیتے ہیں۔ نہ معلوم کس بنا پر مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

وقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلاث - رجل كفر بعد اسلامه او زنى بعد احصانه او قتل نفسا بغير حق - فوالله ما زنيت في جاهلية ولا اسلام قط ولا قتلت نفسا ولا تمنيت بديني بدلا منذ هداني الله عز وجل للاسلام فبم يقتلوني۔

سنن نسائی صفحہ ۶۲۳ باب ما يحل به دم المسلم

سنن کبری امام بیہقی صفحہ ۱۹۴ جلد ۸

باب قتل من ارتد عن الاسلام

حالانکہ میں نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے یہ سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے (۱) کوئی شخص اسلام کے بعد کافر اور مرتد ہو جائے (۲) یا محصن یعنی شادی کے بعد زنا کرے (۳) یا کسی کو ناحق قتل کرے۔ خدا کی قسم میں نے نہ کبھی زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ زمانۂ اسلام میں اور نہ کسی کا ناحق خون کیا۔ اور دین اسلام میں داخل ہونے کے بعد کبھی دل میں یہ خطرہ بھی نہیں گذرا کہ دین اسلام کے بدلہ میں کسی اور دین میں داخل ہو جاؤں پھر کس لئے مجھ کو قتل کرتے ہیں۔

(۵) صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا يحل دم امرئ الا باحدى ثلاث الثيب الزاني والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة۔

مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے (۱) محصن یعنی شادی شدہ اگر زنا کرے تو رجم (سنگسار) کیا جائے (۲) قصاص (۳) جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر جماعت مسلمین سے علیحدہ ہو گیا ہو۔

حافظ عسقلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ ترک دین سے دین اسلام سے مرتد ہونا مراد ہے اور مفارقت جماعت سے جماعت مسلمین سے علیحدہ ہونا مراد ہے۔ جو مرتد ہو وہ زمرہ اسلام اور جماعت مسلمین سے خارج ہوگا۔ اور المفارق للجماعۃ کی صفت۔ التارک لدینہ کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ ورنہ موجبات قتل تین نہ رہیں گے بلکہ چار ہو جائیں گے۔ فتح الباری صفحہ ۱۷۱ جلد ۱۲ (کتاب الدیات باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس والعین بالعین)

حافظ ابن رجب حنبلی۔ جامع العلوم والحکم صفحہ ۸۷ میں فرماتے ہیں۔

والقتل بكل واحدة من هذه الخصال الثلاث متفق عليه بين المسلمين۔

ان تین امور میں سے ہر وجہ سے قتل کرنا تمام مسلمانوں میں متفق علیہ ہے۔

اور پھر تفصیل کے ساتھ تینوں باتوں پر کلام فرمایا۔ جزاہ اللہ خیرا۔

تشریحات و توضیحات

(۱) آیت شریفہ مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ واجب القتل ہونے کی علت فقط مرتد ہونا ہے جو مرتد ہوا وہ واجب القتل ہوا۔ خواہ محارب اور بر سر پیکار ہو یا نہ ہو تنہا ہو یا جماعت ہو ارتداد کی سزا قتل ہے۔ ارتداد علیحدہ جرم اور محاربہ (یعنی بر سر پیکار ہونا اور فساد مچانا) یہ علیحدہ جرم ہے۔ شریعت میں دونوں کی سزائیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مرتد کی سزا تو قتل متعین ہے۔ اور محارب کی سزا وہ ہے جو سورۂ مائدہ کی آیت محاربہ میں مذکور ہے قال تعالیٰ انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد اور بدامنی پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ اگر انہوں نے بدامنی میں فقط کسی کا خون کیا ہے اور مال نہیں چھینا تو اُن کو قتل کیا جائے۔ اور اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو اُن کو سولی پر چڑھایا جائے اور اگر فقط مال چھینا ہے مگر کسی کو قتل نہیں کیا تو اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں اور اگر نہ قتل کر سکے اور نہ مال چھین سکے۔ صرف تیاری ہی میں تھے کہ گرفتار ہو گئے تو جلا وطنی کی سزا دی جائے گی یعنی یا تو جیل خانہ میں ڈال دیا جائے گا۔ یا دارالاسلام سے نکال دیا جائے گا۔ یہ اُن کے لئے دنیا کی رسوائی ہے۔ اور آخرت میں تو بہت ہی بڑا عذاب ہے۔ مگر جن لوگوں نے تمہارے قابو پانے اور گرفتار کرنے سے پہلے توبہ کرلی تو اللہ کی حد معاف ہو جائے گی۔ اللہ بڑے غفور اور رحیم ہیں۔ توبہ سے اللہ تعالیٰ کا حق معاف ہو جاتا ہے مگر بندوں کا حق توبہ سے معاف نہیں ہوتا۔ اگر قتل کیا ہے تو قصاص لیا جائے گا اور اگر مال لیا ہے تو اس کا ضمان دینا ہوگا۔ ان چیزوں کے معاف کرنے کا حق صاف صاحب مال اور ولی مقتول کو ہے۔

یہ محارب یعنی بدامنی اور فساد مچانے والے کا حکم ہے جو مومن اور کافر سب کے لئے عام ہے۔ بخلاف مرتد کے کہ اس کا حکم محارب کے حکم سے بالکل جدا ہے۔ مرتد بالاتفاق قتل کیا جاتا ہے مرتد کے لئے جلا وطنی اور ہاتھ پیر کاٹے جانے کی سزا نہیں۔

نیز پکڑے جانے کے بعد محارب کی توبہ مقبول اور معتبر نہیں محارب اگر پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلے تو وہ معتبر ہے بخلاف مرتد کے کہ اس کی توبہ ہر حال میں قبول کی جائے گی۔ خواہ پکڑے جانے سے پہلے ارتداد سے توبہ کرے یا پکڑے جانے کے بعد۔

نیز اگر محارب نے کسی کو قتل کیا ہے تو قتل کیا جائیگا۔ اور اگر فقط مال لوٹا ہو تو فقط ہاتھ اور پیر قطع کئے جائیں گے محارب کو قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور مرتد ارتداد کی وجہ سے بہر حال واجب القتل ہے۔

تشریح دوم | یہ حدیث یعنی لا یحل دم امرئ مسلم الخ مشہور و معروف حدیث ہے متعدد صحابہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ

تکی ہے ہم اس اختلاف کو واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ صحیح مراد میں کوئی التباس نہ رہے۔ بعض روایات میں زنا محصن اور قصاص کے بعد فقط ارتداد اور کفر بعد الاسلام کا ذکر ہے محاربہ کا کوئی ذکر نہیں۔ جیسا کہ عثمان غنی کی حدیث میں ہے۔

لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث رجل ارتد بعد اسلامہ او زنی بعد احصانہ او قتل نفسا بغیر نفس

نسائی شریف صفحہ ٦٢٢ ذکر ما یحل بہ دم المسلم۔

حلال نہیں کسی مسلمان کا خون بہانا بغیر تین چیزوں کے ایک وہ شخص جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے یا بعد شادی شدہ ہونے کے زنا کرے یا کسی انسان کو ناحق قتل کرے۔

اور عثمان غنی کی ایک روایت میں ہے او ارتد بعد اسلامہ فعلیہ القتل (نسائی صفحہ ٦٢٨ الحکم فی المرتد)

اور اسی طرح عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔ لا یحل دم امرئ مسلم الا رجل زنی بعد احصانہ او کفر بعد اسلامہ او النفس بالنفس (کذا فی سنن النسائی صفحہ ٦٢٣) حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔ وقع فی حدیث عثمان او یکفر بعد اسلامہ اخرجہ النسائی بسند صحیح وفی لفظ لہ صحیح ایضا ارتد بعد اسلامہ ولہ من طریق عمرو بن غالب عن عائشۃ او کفر بعد ما اسلم وفی حدیث ابن عباس عند النسائی مرتد بعد ایمان

فتح الباری صفحہ ١٧٧ جلد ١٢ کتاب الدیات

اور بعض روایات میں بجائے ارتداد اور کفر بعد الاسلام کے فقط محاربہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت میں ہے لا یحل دم امرئ مسلم الا فی احدی ثلاث رجل زنی بعد احصان فانہ یرجم ورجل خرج محاربا باللہ ورسولہ فانہ یقتل او یصلب او ینفی من الارض او یقتل نفسا فیقتل بہا۔ ابو داؤد شریف کتاب الحدود صفحہ ٥٩٨ باب الحکم فیمن ارتد۔ عائشہ صدیقہ کی اس روایت میں بجائے کفر بعد اسلامہ کے رجل خرج محاربا الخ کا ذکر ہے۔ ارتداد کا ذکر نہیں فقط محاربہ کا ذکر ہے۔ اور جزا اور سزا بھی وہی مذکور ہے جو آیت محاربہ میں محاربین اور مفسدین کی ذکر کی گئی ہے یعنی قتل اور صلب اور نفی من الارض

اور بعض روایات میں ارتداد اور محاربہ دونوں کا ذکر ہے۔ جیسا کہ سنن نسائی صفحہ ٦٢٧ باب الصلب میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔

لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث خصال زان محصن یرجم او رجل قتل رجلا متعمدا فیقتل او رجل یخرج من الاسلام یحارب اللہ عز وجل ورسولہ فیقتل او یصلب او ینفی من الارض انتہی

کسی مسلمان آدمی کا خون بہانا جائز نہیں بجز تین باتوں کے (١) شادی شدہ ہو کر زنا کرے (٢) یا کسی آدمی کو ناحق قتل کرے تو بھی قتل کیا جائے گا۔ یا اسلام سے خارج ہو کر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کرے تو بھی قتل کیا جائے گا یا سولی چڑھایا جائیگا۔ یا ملک سے جلا وطن کر دیا جائیگا۔

اور صحیح بخاری کی کتاب الدیات باب القسامۃ میں یہ لفظ ہیں۔ او رجل حارب اللہ ورسولہ وارتد عن الاسلام دیکھو فتح الباری صفحہ ٢١٠ جلد ١٢ یہ تمام روایتیں صحیح اور درست ہیں۔ جن روایات میں فقط ارتداد کا ذکر ہے۔ وہاں اس کی سزا فقط قتل ذکر کی گئی ہے۔ اور جن روایات میں فقط محاربہ کا ذکر ہے۔ وہاں فقط قتل کا ذکر نہیں بلکہ اس سزا کا ذکر ہے کہ جو آیت محاربہ میں

محاربین کی ذکر کی گئی ہے یعنی قتل اور صلب (سولی چڑھانا) اور نفی من الارض ا۔ اور جن روایتوں میں ارتداد اور محاربہ دونوں کو ملا کر ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرتد کے واجب القتل ہونے کے لئے محارب ہونا بھی شرط ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ارتداد کے ساتھ محاربہ بھی جمع ہو جائے تو پھر اس مرتد کی سزا فقط قتل نہ ہوگی۔ بلکہ اس مرتد کی سزا محاربین کی سی ہوگی۔ بادشاہ اسلام کے لئے اس مرتد کا قتل یا صلب اور قطع ابدی اور ارجل سب جائز ہوگا۔ اگر فقط مرتد ہوتا اور محارب نہ ہوتا تو فقط ارتداد کی سزا قتل تھی۔ اور جب ارتداد کے ساتھ محاربہ بھی جمع ہو گیا تو پھر قتل کے ساتھ صلب بھی جمع ہو سکے گا۔ خوب سمجھ لو واللہ تعالی اعلم۔ اسی وجہ سے حضرات محدثین نے اول الذکر روایات کو باب المرتدین میں ذکر فرمایا۔ یعنی جن میں فقط ارتداد کا ذکر تھا۔ اُن کو باب حکم المرتدین میں ذکر فرمایا اور جن روایات میں محاربہ کا ذکر تھا۔ ان کو کتاب المحاربین میں ذکر فرمایا۔ راجع احکام القرآن للجصاص صفحہ ۴۰۹ جلد ۲ و تفسیر القرطبی صفحہ ۱۴۷ جلد ۶ و جامع العلوم والحکم صفحہ ۸۹

(تشریح سوم) یا ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مرزائیوں کا یہ گمان ہے کہ قتل۔ نفس ارتداد کی سزا نہیں۔ نفس ارتداد کی سزا صرف وہی ہے کہ جو نفس کفر کی قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور اگر کسی مرتد کو قتل کی سزا دی گئی ہے تو وہ عارضی اسباب اور سیاسی اغراض کی وجہ سے دی گئی ہے۔ مثلاً اس کے محارب اور برسر پیکار ہونے کی وجہ سے یا دشمنانِ اسلام سے ساز باز کرنے کی وجہ سے یا مخبری یا جاسوسی کی وجہ سے یا دوسروں کو خلاف اسلام جنگ پر آمادہ کرنے کی وجہ سے۔

جواب

یہ سراسر تلبیس اور مغالطہ ہے۔ قرآن کریم اور حدیث میں لفظ ارتداد کے ساتھ مرتد کی سزا کو بیان فرمایا ہے کہ جو مرتد ہو گیا اُس کو قتل کر ڈالو۔ ان صاف اور صریح الفاظ میں یہ تاویل کرنا کہ یہ سزا نفس ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ محارب اور برسر پیکار ہونے کی وجہ سے ہے یہ ایسی ہی تاویل ہے۔ جیسے کوئی اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اور اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا میں یہ تاویل کرے کہ جَلْد (درے لگانے) اور قطع ید کی سزا محض زنا اور چوری کی وجہ سے نہیں بلکہ عارضی اسباب اور محارب ہونے کی وجہ سے ہے تو کیا کوئی عاقل اس کو تسلیم کر سکتا ہے۔

نیز اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ارتداد اور نفس کفر کی جزا میں کوئی فرق نہیں تو پھر جن آیات میں کافروں سے جہاد و قتال کا ذکر ہے۔ اور اُن کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنانے اور اُن کی تمام املاک کو مجاہدین پر تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں کیا تاویل کریں گے کہ یہ جہاد و قتال کا حکم نفس کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ عارضی اسباب کی وجہ سے ہے۔ ہجرت کے بعد جو تمام روئے زمین کے کافروں سے جہاد و قتال کا حکم نازل ہوا کیا وہ محض کفر کی وجہ سے نہ تھا۔ ابھی اسلام کی کوئی حکومت ہی قائم نہیں ہوئی جس کی بنا پر تمام کافروں پر فوج کشی کی وجہ محارب اور برسر پیکار ہونا قرار دی جائے۔

جس طرح نفس کفر کی وجہ سے کافروں سے جہاد ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ برسر پیکار نہ ہوں۔ اسی طرح نفس ارتداد کی وجہ سے مرتد کی سزا قتل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ وہ برسر پیکار نہ ہوں۔

جس طرح چوری اور زنا مستقل جرم ہیں اور محارب ہونا اور دشمنان اسلام سے ساز باز کرنا ایک جداگانہ جرم ہے۔

اسی طرح نفس کفر اور نفس ارتداد مستقل جرم ہیں اور محارب اور باغی ہونا جداگانہ جرم ہے۔ قرآن اور حدیث میں ہر جرم کی سزا جداگانہ ذکر کی گئی ہے۔ محاربین کا حکم علیحدہ ہے۔ جو آیت محاربہ میں مذکور ہے اور باغیوں کا حکم آیت بغاۃ میں مذکور ہے اور کافروں کا حکم علیحدہ ہے جو آیات جہاد و قتال میں مذکور ہے اور ارتداد جو کہ کفر کی ایک خاص قسم ہے اس کا حکم آیت مائدہ میں مذکور ہے۔

ارتداد اور کفر کا ایک حکم قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ قذف (تہمت لگانا) جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا قذف پر کوئی حد نہیں جس طرح کاذب اللہ کا ملعون ہے اسی طرح قاذف بھی اللہ کا ملعون ہے۔ قذف کیلئے فقط اللہ کی لعنت کافی ہے بلکہ کسی گناہ پر شرعی طور پر کوئی سزا ہی نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ جو عام گناہ کا حکم ہے وہی اس کا ہونا چاہیئے۔

کیا ایک شخصی اور انفرادی باغیانہ تقریر پر بغاوت کا مقدمہ نہیں چل سکتا۔ جب تک اس مقرر کا محارب اور برسر پیکار رہنا یا اور دشمنان حکومت سے ساز باز کرنا ثابت نہ ہو جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ محارب ہونے کے لئے فقط تلوار سے جنگ کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ زبان سے یا کسی قول اور فعل سے اللہ اور اس کے رسول کے مقصد کو ناکام بنانا یہ بھی حارب اللہ و رسولہ میں داخل ہے تو ہم کہیں گے کہ ارتداد میں بھی اسلام کی توہین اور تذلیل ہے اور اسلام کو اپنے مقصد میں ناکام بنانا ہے۔ اور جبکہ ہمارے مخالفین کے نزدیک مسلمانوں کی مخبری کرنا حارب اللہ و رسولہ کے حد میں داخل ہے۔ تو مرتد ہو کر اللہ اور اس کے رسول کے دعوت کو لوگوں کی نظر میں حقیر اور بے اعتبار بنانا حارب اللہ و رسولہ ... کی حد میں کیوں داخل نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام اور خلفاء راشدین نے مرتدین سے جہاد و قتال کیا اور یہ کہہ کر کیا کہ تم مرتد ہو گئے ہو اسلئے تم سے جہاد و قتال کیا جاتا ہے اور جو یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی قلمرو میں رہتے تھے اُن سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ ارتداد کا حکم کفر سے کچھ ممتاز ہے اور ابتداء میں مرتدین نے فوج و لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا اسلئے صحابہ نے بھی اُن کا مقابلہ کیا۔ یہاں ارتداد کے ساتھ محاربہ بھی جمع ہو گیا جیسا کہ عرینین کے قصہ میں ارتداد اور محاربہ اور سرقہ اور رہزنی سب جمع ہو گئے تھے۔ بعد میں جب فتنہ ارتداد ختم ہو گیا۔ اس کے بعد بھی جو لوگ تنہا مرتد ہوئے وہ بھی قتل کئے گئے اور محض ارتداد کی بنا پر اُن کو قتل کی سزا دی گئی۔ حالانکہ وہ محارب اور برسر پیکار نہ تھے اور نہ انہوں نے خلافت کے خلاف باغیانہ متحدہ محاذ بنایا تھا۔

خلافت راشدہ اور مرتدین کا قتل

خلافت راشدہ میں مرتدین کا قتل۔ تفسیر اور حدیث کے اور تاریخ کے مسلمات میں سے ہے کوئی تفسیر اور حدیث اور تاریخ کی کتاب ایسی نہیں جس میں خلفاء راشدین کا مرتدین کو قتل کرنا مذکور نہ ہو۔

خلافت راشدہ میں سرزمین عرب کا وسیع رقبہ مرتدین کے خون سے رنگین ہوا لیکن اسلام کی ترقی کی رفتار اس قدر سریع اور تیز رہی کہ جس سے دنیا آج تک حیران ہے۔ سوائے اسکے کہ دین اسلام کا ایک معجزہ تھا۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

معلوم ہوا کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کی ترقی میں حائل اور حارج نہیں۔ خلافت راشدہ میں بے شمار یہود و نصاریٰ اور مجوسی اور مشرکین اسلام کے حلقہ بگوش بنے مگر قتل مرتدین کو دیکھ کر اسلام سے بدگمان نہیں ہوئے۔ یہ تمام یہود و نصاریٰ اسی

خلافت راشدہ کے زیرسایہ آزادانہ زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنے مذہب پر قائم تھے۔ معلوم ہوا کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کو زہریلے جراثیم سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے تاکہ ایمان والوں کے ایمان اس کے ارتداد سے مسموم اور متاثر نہ ہو جائیں اور سادہ لوح مسلمان اس کو دیکھ کر فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اسلئے اس فتنہ کے انسداد کے لئے پوری قوت کے استعمال کا حکم ہوا۔

قتل مرتد پر علماء امت کا اجماع

کتاب وسنت کے بعد اجماع امت کا درجہ ہے آج کل کے قوانین تو کثرت رائے سے طے پاتے ہیں اور منفرد رائے کو کالعدم سمجھتے ہیں اور اجماع امت کا درجہ تو کثرت رائے سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے یہ امت کے علماء اور صلحاء کا اجماع ہے۔ جو کتاب وسنت کی روشنی اور نور تقوی اور نور فراست کی چاندنی میں منعقد ہوا کیسے حجت نہ ہوگا۔

حافظ عسقلانی فتح الباری صفحہ ۲۷۰ جلد ۱۲ میں فرماتے ہیں۔

قال ابن دقیق العید الردۃ سبب لاباحۃ دم المسلم بالاجماع فی الرجل واما المرأۃ ففیھا خلاف۔

(فتح الباری صفحہ ۲۷۰ جلد ۱۲ کتاب الدیات)

علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرتد ہونا یعنی دین اسلام سے پھر جانا بالاتفاق مرد کے حق میں موجب قتل ہے البتہ اگر عورت دین اسلام سے پھر جائے تو اس کے قتل میں اختلاف ہے (فتح الباری)

حافظ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

وقال شیخنا فی شرح الترمذی وقد اجمع العلماء علی قتل المرتد اذا لم یرجع الی الاسلام واصر علی الکفر واختلفوا فی قتل المرتدۃ فجعلھا اکثر العلماء کالرجل المرتد وقال ابوحنیفۃؒ لا تقتل المرتدۃ لعموم قولہ نھی عن قتل النساء والصبیان۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۴۱ جلد ۲۴ کتاب الدیات باب قولہ تعالی النفس بالنفس والعین بالعین)

ہمارے شیخ رہ نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے۔ علماء نے قتل مرتد پر اجماع فرمایا ہے۔ جب کہ وہ ارتداد پر قائم رہے اور اسلام کی طرف نہ لوٹے۔ اور کفر پر مداومت اختیار کرے اور مرتد عورت کے قتل میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء نے مرتد عورت کو بھی مثل مرد کے واجب القتل قرار دیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ بوجہ عموم قول پیغمبر علیہ السلام کے کہ آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ (کذا فی عمدہ القاری)

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالی میزان کبری میں فرماتے ہیں۔

قد اتفق الائمۃ علی ان من ارتد عن الاسلام وجب قتلہ۔

ائمہ نے اتفاق فرمایا ہے کہ جو شخص اسلام لاکر اس سے پھر جائے۔ تو اس کا قتل واجب ہے۔

موجبات ارتداد

یعنی

وہ امور جن کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

بارگاہِ خداوندی میں گستاخی اور حضرات انبیاء کرام کی توہین و تنقیص اور اس کا شرعی حکم

حق جل جلالہ وعم نوالہ کی شان اقدس میں گستاخانہ کلمہ زبان سے نکالنا بالاجماع کفر اور ارتداد ہے۔

قال القاضی ابو الفضل لا خلاف فی ان ساب اللہ تعالیٰ کافر حلال الدم واختلف فی استتابتہ

(نسیم الریاض صفحہ ۵۰۰ جلد ۴)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ خداوند ذوالجلال کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔ اور واجب القتل ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر یہ شخص توبہ کرے تو اس کی توبہ دنیا میں بھی قبول کی جائے گی یا نہیں آخرت میں توبہ قبول ہوگی۔ لیکن کیا اس کی توبہ کی وجہ سے دنیا میں اس سے قتل ساقط ہوگا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

جمہور کا قول یہی ہے کہ دنیا میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور قتل اس سے ساقط ہو جائے گا۔

علامہ قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شرح میں فرماتے ہیں۔ لا خلاف فی ان ساب اللہ تعالیٰ بنسبۃ الکذب او العجز الیہ ونحو ذلک من المسلمین کافر قلت ومن الذمیین ایضا کافر حربی حلال الدم بل واجب السفک واختلف فی استتابتہ ای قبول توبتہ الخ کذا فی شرح الشفاء للعلامۃ القاری صفحہ ۴۹۱ جلد دوم

تیسری صدی ہجری کا واقعہ ہے کہ قرطبہ میں ایک شخص نے حق تعالیٰ شانہ کی شان رفیع میں کچھ نازیبا الفاظ زبان سے نکالے۔ شیخ ابن حبیب مالکی اور اصبغ بن خلیل نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا۔ قرطبہ کے بعض علماء نے یہ کہا کہ فقط تادیب اور تنبیہ کافی ہے۔ اس پر شیخ عبدالملک بن حبیبؒ نے فرمایا۔

اَیُشۡتَمُ رَبٌّ عَبَدۡنَاہ ثُمَّ لَا نَنۡتَصِرُ لَہٗ اِنَّا اِذَنۡ لَعَبِید سوء وما نحن لہ بعابدین ثم بکی۔

(نسیم الریاض صفحہ ۵۸۱ جلد ۴)

کیا یہ ممکن ہے کہ اس پروردگار کو جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ گالیاں دی جائیں۔ اور جس پر ہم اس کا کوئی بدلہ انتقام نہ لیں۔ اگر ایسے گستاخ سے ہم نے اپنے خدا کا بدلہ نہ لیا تو ہم بہت ہی نالائق اور برے بندے ہیں اور ہرگز ہرگز ہم اس کے پرستار نہیں۔ ابن حبیب یہ کہہ کر رو پڑے۔

بعد ازاں یہ واقعہ امیر اندلس عبدالرحمن بن حکم اموی متوفی ۲۳۸ھ کے دربار میں پیش ہوا۔ اسی وقت شیخ ابن حبیب اور اصبغ بن خلیل کے فتوے کے مطابق وہ شخص قتل کیا گیا اور قتل کر کے عبرت کے لئے پھانسی پر لٹکایا گیا اور جن علماء نے اس بارہ میں مداہنت کی تھی۔ ان کو سخت تنبیہ کی گئی۔ اور جو ان میں سے قاضی تھے۔ ان کو معزول کیا گیا۔ نسیم الریاض صفحہ ۵۸۱ جلد ۴

وعلی ہذا جو شخص حضرات انبیاء کی شان میں گستاخی کرے وہ بھی بالاجماع کافر ہے۔ علامہ ابن حزم کتاب الفصل میں فرماتے ہیں۔

صح بالنص ان کل من استھزا باللہ تعالی اوبملك من الملائكة اوبنبي من الانبياء عليهم السلام اوبآية من القرآن اوبفريضة من فرائض الدين فهي كلها آيات اللہ تعالى بعد بلوغ الحجة اليه فهو كافر۔

نص قرآن سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے ساتھ یا کسی فرشتہ یا کسی نبی یا کسی آیت یا کسی فرض کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرے وہ قطعًا کافر ہے۔

ناموس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ما بقاء الامة بعد شتم نبيها (امام مالکؒ) اُس امت کی کیا زندگی ہے جس کے نبی پر گالیاں پڑتی ہوں ایمان کا جزو لاینفک یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کی تعظیم و توقیر کی جائے۔ ان حضرات کی شان میں ایک ادنیٰ توہین اور گستاخی بھی کفر اور موجب لعنت ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں۔

اجمع العلماء على ان شاتم النبي صلى اللہ عليه وسلم والمتنقص له كافر تند بسبته والوعيد الذي مرّ عليه جار عليه بعذاب اللہ له لقوله تعالى لهم عذاب اليم في الاية وحكمه عند الامة اى امة الاجابة القتل ومن شك كفره وعذابه كفر لان الرضى بالكفر كفر ولتكذيبه القرآن في قوله تعالى والذين يؤذون رسول اللہ لهم عذاب اليم۔ الخ

كذا في نسيم الرياض صفحہ ۳۳۷ جلد ۴
وشرح ملا علی قاریؒ صفحہ ۳۹۴ جلد ۲

علماء نے اتفاق کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی بکنے والے اور ان کی شان میں تنقیص کرنے والا مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور وعید اس پر جاری ہو جاتی ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے عذاب کا کیا ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوا ہے کہ ان توہین انبیاء کرنے والوں کیلئے عذاب دردناک ہے اور ایسے توہین کرنے والے کا انجام امت کے نزدیک قتل ہے۔ جو شخص بھی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔ اس لئے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔ اور اس لئے کہ اس نے اللہ تعالےٰ کے اس قول کی تکذیب کی۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور جو لوگ رسول اللہ کو اذیت دیتے ہیں۔ ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔

یہودی لوگ ازراہ تمسخر ذومعنی الفاظ استعمال کرتے تھے اور بعض مسلمان بھی ازراہ ناواقفیت لفظ راعنا کے ساتھ

لہ شرح شفاء للعلامۃ القاری جلد ۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے لگے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قال تعالیٰ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكَافِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

اے ایمان والو لفظ راعنا نہ کہا کرو (جس کا معنی ہے کہ ہماری رعایت فرما دیں۔ لیکن اس میں دوسرے غلط معنی کا احتمال بھی ہے اس کے بجائے) کہا کرو۔ انظرنا (یعنی ہمارے حال پر شفقت اور نظر کرم فرمایئے) اور توجہ سے سنا کرو اور کافروں کے لئے عذاب دردناک ہے۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین کرنے والوں کو کافر بناتے ہوئے۔ عذاب مہین (ذلت والے عذاب) کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

وقال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلٰی۔ ان قال۔ مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔ (ماخوذ صفحہ ۳۸۴ جلد ۴ تا صفحہ ۳۸۵ جلد ۴)

تحقیق جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں لعنت ہے ان پر اللہ کی دنیا اور آخرت میں اور یہ ملعون اور موذی جہاں بھی پائے جائیں۔ پکڑے اور خوب اچھی طرح قتل کئے جائیں۔ خوب قتل کرنا۔ اللہ کی اس سنت کو لازم پکڑو۔ اور اللہ کی سنت میں کوئی تغیر اور تبدل نہ پاؤ گے۔

نسیم الریاض صفحہ ۴۳۸ جلد ۴ و شرح ملا علی قاری صفحہ ۴۰۱ جلد ۲

جاننا چاہیئے کہ قتلوا تقتیلا۔ باب تفعیل کا صیغہ جو تکثیر اور مبالغہ پر دلالت کرتا ہے معلوم ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو بے دریغ قتل واجب ہے اور ائمہ بلاغت نے یہ تصریح کردی ہے کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے اور مجاز کے احتمال کو دور کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ مثلاً قتلتہ میں احتمال ہے کہ ضرب شدید کو مجازاً قتل سے تعبیر کردیا گیا ہو۔ لیکن اگر قتلتہ قتلا کہیں تو مفعول مطلق کے اضافہ سے مجاز کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح آیت شریفہ میں قتلوا کے بعد تقتیلا مفعول مطلق لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تقتیل حقیقی مراد ہے فافهم ذلک واستقم

خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا اور یہ بھی کہا کہ بعض علماء عراق نے جلد یعنی کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا ہے جو شریعت میں قذف یعنی تہمت لگانے کی سزا ہے امام مالکؒ اس تخفیف سزا کو سنتے ہی برہم ہو گئے اور نہایت غصہ کے لہجہ میں یہ فرمایا۔

مَا بَقَاءُ الْاُمَّةِ بَعْدَ شَتْمِ نَبِیِّهَا

اس امت کی کیا زندگی اور کیا جینا ہے کہ جس کے نبی پر گالیاں پڑتی ہوں۔

مَنْ شَتَمَ الْاَنْبِیَاءَ قُتِلَ وَمَنْ شَتَمَ اَصْحَابَ النَّبِیِّ جُلِدَ۔

جو شخص انبیاء کرام کو گالیاں دے۔ اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص صحابہ کو سب و شتم کرے۔ اس کے تعزیری کوڑے لگائے جائیں۔

علامہ خفاجی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:-
فلا یحل لاحد سمعہ الا قتل قائلہ او بذل روحہ فی جہادہ۔

(نسیم الریاض صفحہ ۳۹۹ جلد ۴)

پس کسی کے لئے روا نہیں کرنبی کی شان میں گستاخی سنے بجز اس کے کہ یا تو اس گستاخ کی جان لے لے یا اپنی جان خدا کی راہ میں دے دے۔

ختم نبوت کی حدیثیں

لوگ نئی کتابوں کا تعارف کراتے ہیں۔مگر آیئے ہم آپ کو ایک پرانی کتاب سے متعارف کرائیں اس کتاب کا نام ہم نے تجویز کیا ہے "ختم نبوت کی حدیثیں" عربی نام اس کا ہے ختم نبوت فی الحدیث وختم نبوت فی الآثار ـــ اس کتاب کے صفحے ۸۰ بڑے سائز میں ہیں۔اس میں ۲۱۱ حدیثیں اور سینکڑوں اقوال صحابہ وتابعین موجود ہیں۔ اجمالی کیفیت یہ ہے۔ وہ حضرات صحابہ جو ختم نبوت کے شاہد ہیں ان کی تعداد ۸۰ ہے۔ اور وہ حضرات صحابہ جنہوں نے ختم نبوت کی احادیث مرفوعہ روایت کی ہے۔ان کی تعداد جو اس کتاب میں آسکی ۴۷ ہے۔ اس کے بعد دس حضرات فقہا کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔اور حضرات متکلمین میں سے ۱۹ کے اور صوفیائے کرام میں سے ۱۱ حضرات کے اور مفسرین حضرات میں سے ۲۶ حضرات کے اقوال درج ہیں۔ہمارا قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ ایک حدیث بھی ایسی پیش کریں جس میں نبوت ظلیہ یا بروزیہ یا غیر تشریعیہ کے اجرا کا ثبوت ملتا ہو۔

تبلیغ کرو

پڑھے لکھے قادیانیوں کو یہ کتاب دیں اور ان پڑھوں کو سنائیں ممکن ہے کوئی خدا کا بندہ ہدایت پا جائے

قیمت

اصل قیمت عہ لیکن بغرض اشاعت صرف عہ منگوانے کی آسان صورت یہ ہے کہ اگر پیکٹ منگوانا ہو تو عہ اور ٹکٹ کے لئے ۲ آنہ مزید بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں۔ اور اگر مزید پختگی مطلوب ہو تو رجسٹری کے لئے ۴ مزید روانہ کریں۔

نوٹ

کتب خانہ حدیقیہ اور ادارہ الصدیق دو جدا ادارے ہیں اگرچہ مرتبط ہیں۔اس لئے آرڈر دیتے وقت ادارہ الصدیق کا لفظ یاد رکھیں

ناظم ادارہ الصدیق ملتان

مسئلہ ختم نبوت اور اس کی اہمیت

خداوند ذوالجلال والاکرام کی توحید کے بعد سرورعالم سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت کا مسئلہ ہے جس طرح بغیر توحید کے اقرار کے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح بغیر ختم نبوت کے اعتراف کے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ بلکہ توحید کا اقرار شرعاً وہی معتبر ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ مانے ورنہ جو شخص یہ کہے کہ میں حق تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ سمجھتا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی مانتا ہوں مگر حضور پرنور کے کہنے سے میں خدا کو ایک نہیں سمجھتا۔ بلکہ میری ذاتی تحقیق یہی ہے کہ خدا ایک ہے۔ تو یہ شخص شرعاً مسلمان نہیں۔ مسلمان وہ ہے جو رسول اللہ کے کہنے سے خدا کو ایک مانے۔

اب یہ ناچیز مختصراً اس مسئلہ کی اہمیت بتلانا چاہتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت بارگاہ خداوندی میں کس درجہ اہم ہے۔ اور آسمان اور زمین اور عالم ارواح اور عالم اجسام اور عالم مثال اور عالم برزخ میں کس کس طرح اس مسئلہ کا اعلان ہوا ہے اور قیامت کے دن کس طرح میدان حشر میں حضور پرنور کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے خاتم النبیین تھے

عن العرباض بن ساریۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی عند اللہ لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ

رواہ احمد والبیہقی والحاکم وقال صحیح الاسناد زرقانی شرح مواھب صفحہ ۱۳ جلد ۱

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین ہوچکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں تھے۔ یعنی ان کا ابھی پتلا ہی تیار نہ ہوا تھا۔ اس حدیث کو امام احمد اور بیہقی اور حاکم نے روایت کیا۔ اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے (زرقانی)

مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے ہی حضور کی روح مبارک کو حقیقۃً خاتم النبیین بنا دیا گیا تھا۔ اگرچہ ظہور اس کا بعثت کے بعد ہوا۔ جیسے کسی کو آج پروانہ وزارت مل جائے۔ مگر کام ایک ہفتہ کے بعد شروع کرے بارگاہ خداوندی کا ایک ہفتہ سات ہزار سال کا ہوتا ہے۔ کما قال تعالےٰ

وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔

ایک دن تیرے رب کے نزدیک تمہاری شمار کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

آسمان سے سرزمین ہند پر حضرت آدم علیہ السلام کا ھبوط اور نزول اور ختم نبوت کا اعلان

احادیث معتبرہ اور روایات صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے سرزمین ہند پر مقام سرندیپ میں اُترے اور یہیں وفات ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔

تحقیق اور تفصیل کے لئے حضرات اہل علم تفسیر در منثور صفحہ ۵۵ تا ۶۰ جلد اول کی مراجعت فرمائیں۔ میرا مقصد اس وقت صرف ایک روایت کو پیش کرنا ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لما نزل آدم بالھند واستوحش فنزل جبریل فنادی باذان اللہ اکبر اللہ اکبر مرتین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمدا رسول اللہ مرتین قال آدم لجبریل من محمد قال آخر ولدک من الانبیاء۔

رواہ ابن عساکر خصائص کبری للسیوطی صفحہ ۸ جلد اول وکنز العمال صفحہ ۱۴۸ جلد ۶ وتفسیر در منثور صفحہ ۵۵ جلد اول۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ہندوستان کی زمین پر اُترے اور تنہائی کی وجہ سے گھبرائے تو جبریل امین آسمان سے اترے اور اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر دو مرتبہ کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اشہد ان محمدا رسول اللہ دو مرتبہ حضرت آدم نے جبریل امین سے کہا کہ محمدؐ کون ہیں تو جبریل امین نے یہ کہا کہ انبیاء میں آپ کے سب سے آخری بیٹے ہیں۔ یعنی ان کے بعد آپ کی اولاد میں کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

اس روایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ختم نبوۃ کے منافی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے نبی بنائے گئے اور آپ سب نبیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ اور سب کے بعد آپ کو نبوت ملی لہٰذا آپ ہی آخری نبی ہوئے۔ آخری بیٹا وہ ہے جو سب سے اخیر میں پیدا ہو نہ وہ کہ جس کی عمر زیادہ ہو۔

حیرت اور صد حیرت کا مقام ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک گذشتہ نبی کا تو زندہ رہنا بھی ختم نبوت کے منافی ہے مگر ایک نئے نبی کا پیدا ہو جانا ختم نبوۃ کے منافی نہیں جس برگزیدہ نبی کی مدح اور توصیف سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اس کے دوبارہ آنے سے تو نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے۔ مگر ایک مرزا اور پٹھان اور قادیان کے ایک چودھری اور دہقان کے آنے سے نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک پر خاتم النبیین لکھا ہوا تھا

اخرج ابن عساکر من طریق ابی الزبیر عن جابر قال بین کتفی آدم مکتوب محمد رسول اللہ خاتم النبیین (خصائص کبری للسیوطی صفحہ ۷ جلد ۱)

ابن عساکر نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان میں یہ لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔

عالم ارواح میں تمام انبیاء سے خاتم النبیین کی نصرت و حمایت کا عہد و میثاق

قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم۔ پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے۔ اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا۔ اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو اب گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نادان۔

عالم ارواح میں حق جل شانہ نے تمام انبیاء سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ تم سب کے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا۔ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا سب نے اس کا اقرار کیا۔

اس آیت شریفہ نے تمام انبیاء کرام کو مخاطب بنا کر یہ فرمایا ثم جاء کم رسول تم سب کے بعد ایک رسول آئیگا۔ یہ امر کی واضح دلیل ہے کہ اس رسول کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہوگی۔ اور یہ رسول آخری نبی ہوگا۔

وعن قتادة انه اخذ الله میثاقهم بتصدیق بعضهم بعضًا والاعلان بان محمد رسول الله واعلان رسول الله بان لانبی بعده ۔
(کذا فی الدر المنثور وغیرہ)

قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ اور خصوصی طور پر یہ اعلان کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

بشارات انبیاء سابقین

درباره ظہور خاتم الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضرت مسیح بن مریم کے زمانہ تک تمام انبیاء مسلسل اس کی بشارت دیتے آئے کہ اخیر زمانہ میں ایک نبی ظاہر ہوگا۔ وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا۔

واخرج ابن عساکر عن عبادة بن الصامت قال قیل یارسول اللہ اخبرنا عن نفسك قال نعم انا دعوة ابی ابراهیم وکان آخر من بشربی عیسیٰ بن مریم علیهما السلام (خصائص کبریٰ صفحہ ۹ جلد اول)

عبادۃ بن الصامتؓ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور میرے ظہور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم نے بناء کعبہ کے وقت کی تھی۔ وہ دعا یہ ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٥

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان میں تیری آیتیں اور سکھلاوے ان کو کتاب۔ اور تہ کی باتیں۔ اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے۔ زبردست بڑی حکمت والا۔

ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔

قد استجیب لک هو کائن فی آخر الزمان (خصائص کبریٰ صفحہ ۹ جلد اول)

اے ابراہیم تمہاری دعا قبول ہوئی وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

چنانچہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سراپا نور و سرور کی بشارتیں اب بھی موجود ہیں جس پر علماء کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اس ناچیز نے بھی ایک رسالہ اسی بارہ میں لکھا ہوا ہے جو موسوم ہوا کہ بشائر النبیین بظہور خاتم الانبیاء والمرسلین کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت صرف چند بشارتیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

بشارت اوّل

از توارت سفر استثنا رباب (۱۸) آیت (۱۸)

۱۸۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں

میں تجھ سا نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔ ۱۹۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا۔ نہ سنے گا تو میں اُس کا حساب اس سے لونگا۔ ۲۰۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ ۲۱۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اُس نے کہا ہے واقع نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی" انتہیٰ

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ بشارت خاص سرورِ عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور یہود کا یہ خیال ہے کہ یہ بشارت یوشع علیہ السلام کے لئے ہے اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے لیکن حق یہ ہے کہ اس بشارت کا مصداق بجز خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ اول تو اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ میں اُن کے (یعنی بنی اسرائیل کے) بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا اسلئے کہ اگر یہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوتا تو یہ فرماتے کہ خود تم میں سے ایک نبی پیدا ہوگا کما قال تعالیٰ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ اور یہ نہ فرماتے کہ خود تمہارے بھائیوں میں سے وہ نبی ظاہر ہوگا کما قال تعالیٰ خطاباً لبنی اسرائیل وَجَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ

غرض یہ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام بنی اسرائیل کو بلا کسی تخصیص کے یہ خطاب فرمانا کہ وہ نبی موعود تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ نبی موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ہوگا۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل میں سے ہیں اور اس بشارت کا مصداق صرف وہی ہو سکتا ہے کہ جو بنی اسمٰعیل میں سے ہو انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی پیغمبر اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتا

دوم یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مانند نہ یوشع علیہ السلام ہیں اور نہ عیسےٰ علیہ السلام۔ اسلئے کہ یہ دونوں حضرات بنی اسرائیل میں سے ہیں اور توریت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اُٹھا۔

علاوہ ازیں حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تلمیذ تھے تابع و متبوع کیسے مماثل ہوسکتے ہیں۔ نیز حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت موجود تھے اور اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی برپا کروں گا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نبی کا وجود زمانہ مستقبل میں ہوگا۔ نیز یوشع علیہ الصلوٰۃ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے زمانہ میں نبی ہو چکے تھے۔ پس وہ اس بشارت کا جس میں آئندہ نبی کی خبر دی گئی ہے۔ کیسے مصداق ہوسکتے ہیں۔

علیٰ ہذا حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل نہیں اسلئے کہ نصاریٰ کے نزدیک تو وہ ابن اللہ یا خود خدا ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ اللہ نہ ابن اللہ۔ بلکہ خدا کے ایک بندے ہیں۔

پس بندے اور خدا میں کیا مماثلت

نیز حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ اعتقاد نصاریٰ مقتول و مصلوب ہو کر اپنی امت کے لئے کفارہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مقتول و مصلوب ہوئے اور نہ کفارہ ہوئے۔

نیز حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حدود و قصاص و زواجر و تعزیرات غسل و طہارت کے احکام سے ساکت ہے۔ بخلاف شریعت موسویہ کے وہ ان تمام امور پر مشتمل ہے۔ ہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مماثلت ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شریعت مستقلہ تھے اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غرا بھی مستقل اور کامل اور علیٰ وجہ الاتم حدود و تعزیرات۔ جہاد و قصاص۔ حلال و حرام کے احکام کو جامع ہے۔

جس طرح موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ سے نکال کر عزت دی اس سے بدرجہا زائد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو روم اور فارس کی قید سے چھڑا کر اللہ کا کلمہ پڑھایا اور قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیاں ان کے سپرد کیں۔ نیز جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا اسی طرح ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی انبیاء سابقین کی سنت نکاح پر عمل فرمایا۔ اور اسی مماثلت کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝
ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔ تم پر گواہی دینے والا جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا۔

نیز حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اس مماثلت کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا اور اگر یہ کہا جائے کہ مماثلت سے یہ مراد ہے کہ وہ نبی موعود موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ تو اس صورت میں حضرت عیسٰے اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ہر نبی انبیاء اسرائیل میں سے اس بشارت کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر حضرت عیسٰے اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے کسی درجہ میں مماثلت تسلیم کر لی جاوے تو اس مماثلت کو اس مماثلت سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل ہے کوئی نسبت نہیں۔

سوم یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اھ یعنی اس نبی پر الواح توریت و زبور کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل نہ ہوگی بلکہ فرشتہ اللہ کی وحی لے کر نازل ہوگا۔ اور وہ نبی اُمی ہوگا۔ فرشتہ سے سن کر اللہ کا کلام یاد کرے گا اور اپنے منہ سے پڑھ کر اُمت کو سنائیگا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات بجز نبی اُمی فداہ نفسی و ابی و امی کسی پر صادق نہیں آتی۔

چہارم یہ کہ اس بشارت میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ جو اس نبی موعود کے حکم کو نہ مانے گا۔ میں اس کو سزا دونگا اور ظاہر ہے کہ اس سزا سے اُخروی عذاب مراد نہیں اس لئے کہ اس میں اُس نبی موعود کے نہ ماننے والے کی کیا خصوصیت اُخروی عذاب تو ہر نبی کے نہ ماننے والے کے لئے ہے بلکہ اس سے دنیوی سزا یعنی جہاد و قتال اور حدود و قصاص کا جاری کرنا مراد ہے اور یہ بات نہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی اور نہ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ البتہ خاتم الانبیاء سرور عالم سیدنا محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کو علی وجہ الاتم حاصل ہوئی۔ لہٰذا وہی اس بشارت کا مصداق ہو سکتے ہیں۔

پنجم یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اگر وہ نبی عیاذاً باللہ افترار کرے گا اور خدا کی طرف غلط بات منسوب کرے گا تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد دعوائے نبوت کے قتل نہیں کئے گئے۔ دشمنوں نے ہر طرح کی کوشش اور تدبیر کی مگر سب برباد گئی۔ کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کیجئے۔ کہ کافر جب آپ کے ساتھ مکر کرتے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں وہ اپنی تدبیریں کرتے تھے۔ اور اللہ اپنی تدبیر فرماتا تھا اور اللہ ہی بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

اور حسب وعدۂ الٰہی واللہ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ آپ بالکل محفوظ اور مامون رہے اور بچاتے تھا اس کے کہ کبھی قسم کا حادثہ فاجعہ پیش آتا آپ کی شان وشوکت بلند ہوتی گئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ نبی موعود نہ ہوتے تو ضرور قتل کئے جاتے۔ ہاں حسب زعم نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مقتول ومصلوب ہوئے۔ پس اگر حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بشارت کا مصداق قرار دیا جائے تو علیٰ زعم النصاریٰ عیاذاً باللہ ان کا کاذب ہونا لازم آتا ہے اور قرآن عزیز میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ شانہ

وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْــٴًـا قَلِیْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ۝

اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ قریب تھے کہ ان کی جانب اتّل قلیل مائل ہو جاتے۔ اس وقت ہم آپ کو زندگی اور موت کا دوچند عذاب چکھاتے۔ پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۝

اگر محمد ہم پر کچھ افترار کرتے تو ہم اُن کا داہنا پکڑ لیتے۔ اور ان کی شہ رگ کو کاٹ دیتے۔

ایک ضروری تنبیہ قتل نہ ہونا علی الاطلاق صادق ہونے کی دلیل نہیں ورنہ اُن انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کہ جو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے زیر نائل ہو گی۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۔ خصوصاً نصاریٰ کو اپنے عقیدۂ فاسدہ کی بنار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنا بہت دشوار ہو جائیگی۔

بلکہ خاص اس نبی موعود کا نہ قتل ہونا اس کے صادق ہونے کی علامت ہے جیسا کہ توراۃ کی اس عبارت سے معلوم ہے۔ وہ نبی ایسی گستاخی کریگا تو وہ قتل کیا جائیگا اور دونوں جملوں میں وہ کی ضمیر خاص اُس نبیٔ موعود کی طرف راجع ہے۔

ششم۔ یہ کہ بشارت میں یہ بھی مصرح ہے کہ اُس نبیٔ موعود کے صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ اُس کا کہا پورا ہوگا یعنی اس کی تمام پیشین گوئیاں صادق ہوں گی۔ سو الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اس صادق مصدوق کی کوئی پیشین گوئی آج تک ذرہ برابر بھی

غلط ثابت نہ ہوئی۔ اور ہم پورے دعوے کے ساتھ یہ بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ قیامت تک بھی کوئی حاسد اُس صادق مصدوق کی کسی پیشین گوئی کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

اور یہ وصف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا نمایاں اور اجلیٰ تھا۔ کہ آپ کے دشمنوں اور حاسدوں کو بھی بجز صادق امین کہنے کے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔

ہفتم یہ کہ کتاب الاعمال باب سوم آیت ہفت دہم کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی منتظر حضرت عیسیٰ اور ایلیا علیہما الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام انبیاء کرام کے علاوہ ہے اور آخری نبی ہے آخر زمانہ میں مبعوث ہوگا۔ اور وہ عبارت یہ ہے۔

> اب اے بھائیو میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ نادانی سے کیا جیسے تمہارے سرداروں نے بھی۔ پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبان سے آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اُٹھائیگا سو پوری کیں۔ ۱۹۔ پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند حضور تازگی بخش ایام آویں ۲۰۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی ۲۱ ضرور ہے کہ آسمان اُسی کے لئے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں ۲۲۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی تیری مانند اُٹھاویگا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو ۲۳۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس کہ جو اُس نبی کی نہ سنے وہ قوم سے نیست کیا جاویگا ۲۴ بلکہ سب نبیوں نے سموایل سے لے کے پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی ہے ۲۵۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے جب ابرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں اھ

اس عبارت میں اول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اور ان کی اس تکلیف کا جو اُن کو ملے زعمہم یہود لعنہم اللہ سے پیش آئی ذکر ہے اور اُن کے نزول من السماء کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اس نبی کی بشارت کا ذکر ہے کہ جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ

> خداوند عالم تمہارے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے ایک نبی بھیجنے والا ہے۔ اور علاوہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نبیوں نے اس نبی موعود کے آنے کی خبر دی ہے اور جب تک یہ وعدہ ظہور میں نہ آئیگا۔ اس وقت تک یہ زمین و آسمان ضرور قائم رہیں گے اور اُسی زمانہ میں خدا کا وعدہ بھی پورا ہوگا کہ جو اس نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا کہ تجھ سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں گے۔

الحاصل حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کو ذکر کر کے یہ کہنا سو پوری کیں، اور جس نبی کی موسیٰ اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء کرام علیہم الف الف صلوٰۃ والف الف سلام نے بشارت دی ہے اُس کے انتظار کو ان الفاظ سے ظاہر کرنا کہ "ضرور ہے کہ آسمان اس کے لئے لئے رہے کہ اس وقت کہ سب چیزیں کہ جن کا ذکر کہ خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے

کیا اپنی حالت پر آویں" اھ

اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی مبشر اور رسول منتظر اُن تمام انبیاء و رسل کے علاوہ ہے کہ جو حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام تک گذرے۔ لہذا اس بشارت کا مصداق حضرت موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں ہو سکتا"۔ پس حضرت یوشع یا حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو اس بشارت کا مصداق قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

ہشتم یہ کہ انجیل یوحنا باب اول آیت انیسویں میں ہے۔

"جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس کو پوچھیں کہ تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں اھ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو حضرت مسیح اور ایلیا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی ایک نبی کا انتظار تھا۔ اور وہ نبی اُن کے نزدیک ایسا معروف و معہود تھا کہ اس کے نام کے ذکر کرنے کی بھی حضرت مسیح اور حضرت ایلیاء کے نام کی طرح حاجت نہ تھی۔ بلکہ فقط "وہ نبی" کا اشارہ ہی اُس کے لئے کافی تھا۔

پس اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اس بشارت کا مصداق تھے تو پھر اُن کو انتظار کس کا تھا۔

وہ نبی جس کا کہ ان کو انتظار تھا۔ وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہ اہل کتاب نبی اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "وہ نبی" کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اسلئے ہمیشہ سے اہل اسلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آں حضرت "جو بعینہ وہ نبی کا ترجمہ ہے" بولتے ہیں۔

نہم یہ کہ انجیل یوحنا باب ہفتم کی آیت چہلم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبیٔ موعود حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ چنانچہ انجیل میں ہے۔

"پھر تب اُن لوگوں میں سے بہتیروں نے یہ سُن کر کہا فی الحقیقت یہی وہ نبی ہے۔ اوروں نے کہا یہ مسیح ہے اھ

نبیٔ معہود کو حضرت مسیح کے مقابلہ میں ذکر کرنا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ نبی معہود حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ پس اگر "وہ نبی" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہ ہوں تو وہ پھر کونسا نبی ہے کہ جس کا ان کو انتظار تھا۔

دہم یہ کہ توراۃ سفر پیدائش باب ۴۹ میں ہے۔

(۱) اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ اپنے کو جمع کرو تا کہ میں اُس کی جو پچھلے دنوں تم پر بیتے گا تمہیں خبر دوں (۲) اے یعقوب کے بیٹو اپنے کو اکٹھے کرو اور سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی سنو اور پھر آیت دہم میں ہے۔

یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہو گا۔ اور نہ حاکم اُس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا۔ جب تک کہ شیلا نہ آوے۔ اور قومیں اُس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔ اھ

آیات مسطورہ میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ جب تک کہ اخیر زمانہ میں شیلا کا ظہور نہ ہو۔ اس وقت تک یہوداہ کی نسل

سے حکومت و ریاست منقطع نہ ہوگی۔

اہل اسلام کے نزدیک شیلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اسلئے کہ اس عبارت کا سیاق اس کو مقتضی ہے کہ شیلا کو نسل یہوداہ سے خارج مانا جائے اسلئے کہ شیلا کے ظہور سے نسل یہودا کی حکومت و ریاست کا انقطاع جب ہی متصور ہو سکتا ہے کہ جب شیلا نسل یہوداہ سے نہ ہو۔ ورنہ اگر شیلا نسل یہوداہ سے ہو تو اس کا ظہور تو بقائے حکومتِ یہوداہ کا باعث ہوگا نہ کہ انقطاعِ حکومت یہوداہ کا۔

اور بائبل کے ابواب بلکہ انجیل متی کے پہلے ہی صفحہ پر ذرا غور کرنے سے یہ بات بخوبی منکشف ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نسل یہوداہ سے خارج نہیں اسلئے کہ آپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بالاجماع یہوداہ کی نسل سے ہیں۔

لہٰذا شیلا کا مصداق وہی نبی ہو سکتا ہے کہ جو نسل یہوداہ سے خارج ہو اور اس کا ظہور آخیر زمانہ میں ہو جیسا کہ آیت اول کے اس جملے سے ظاہر ہے "تاکہ میں اس کی جو پچھلے دنوں میں تم پر بیتے گا تمہیں خبر دوں"۔

اور یہ دونوں امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آسکتے ہیں کہ آپ یہوداہ کی نسل سے بھی نہ تھے۔ بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے اور آپ کا ظہور بھی خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آخیر زمانہ میں ہوا۔ اور آپ کی بعثت کے بعد سے یہوداہ کی نسل میں جو کچھ حکومت و ریاست تھی وہ سب جاتی رہی۔ قرائے بنی نضیر اور خیبر سب آپ ہی کے زمانہ میں فتح ہو گئے اور اس جملہ میں کہ "قومیں اُس کے پاس اکٹھی ہوں گی"

اہل اسلام کیلئے بشارت

مجھے ایک ثقہ اور معتبر آدمی نے فرمایا جو اہل سنت والجماعت میں سے ہیں اور لائلپور کے رہنے والے ہیں اور ۲ے ہ میں حج کر کے آئے ہیں تبلیغی سلسلہ میں ملک شام کے اندر بھی گئے۔ وہاں کے بزرگوں اور اولیاء کرام کی زیارت کا شرف حاصل کیا کہ وہاں کے ایک بہت بڑے عالم کامل اور ولی باخدا نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اللہ تعالے نے دین اسلام کو بلند کرنے اور چمکانے کا ارادہ کر لیا ہے"۔ انتہی

پس اے مسلمانو ہمت اور اخلاص سے۔ تعلیم۔ تدریس۔ تبلیغ۔ جہاد اور ذکر الٰہی وغیرہ دینی کام ذوق اور شوق سے انجام دیتے رہو۔ اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔

محمد عبداللہ عفرلہٗ

عموم بعثت کی طرف اشارہ ہے کَمَا قَالَ تعالیٰ شانہٗ
قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا — اے نبی کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

بخلاف حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ اُن کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی کما قال تعالیٰ شانہ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور انجیل میں ہے کہ میں صرف بنی اسرائیل کے بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت

اور ذکر خیر پر مشتمل دوسری بشارت

از زبور سیدنا داؤد علیہ السلام باب ۴۵

میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے میں اُن چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنائی ہیں بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے (۲) تو حُسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطف بٹایا گیا ہے۔ اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمایل کرکے اپنی ران پر لٹکا (۴) اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی کے لئے آگے بڑھ۔ اور تیرا دہنا ہاتھ تجھ کو مہیب کام سکھلائیگا۔ (۵) تیرے تیر تیز ہیں۔ لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں (۶) تیرا تخت اے خدا ابد الآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا (۸) تیرے سارے لباس سے مرد اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان انہوں نے تجھ کو خوش کیا ہے (۹) بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں۔ ملکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔

اور بارہویں آیت میں ہے | اور صور کی بیٹی ہدیئے لادے گی۔ قوم کے دولتمند تیری خوشامد کریں گے"۔

اور سولھویں آیت میں ہے | (۱۶) تیرے بیٹے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو اُنہیں تمام زمین کا سردار مقرر کرے گا (۱۷) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ اور سارے لوگ ابد الآباد تک تیری ستائش کریں گے اھ

اس زبور میں حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عظیم الشان و اشوکت رسول کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں اس کو مخاطب بنا کر اوصاف بیان فرمائے ہیں اوصاف حسب ذیل ہیں۔

(۱) بادشاہ یعنی سب سے اعلیٰ اور افضل ہونا (۲) حسین ہونا (۳) ہونٹوں میں لطف کا ہونا۔ شیریں زبان اور فصیح اللسان

ہونا (۴) مبارک الی الدہر ہونا (۵) پہلوان یعنی قوی ہونا (۶) شمشیر بند ہونا (۷) صاحب حق و صداقت ہونا (۸) اقبال مند ہونا (۹) اُس کے دائیں ہاتھ سے کسی عجیب و غریب کرشمہ کا ظاہر ہونا (۱۰) تیر کا تیز ہونا (۱۱) لوگوں کا اس کے نیچے گرتے پڑنا یعنی خلق اللہ کا اس کے تابع ہونا (۱۲) تخت کا ابد الآباد تک رہنا یعنی شریعت اور حکومت اسلام کا تا قیام قیامت باقی رہنا (۱۳) عصائے سلطنت کا عصائے راستی ہونا (۱۴) صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہونا (۱۵) اُس کے کپڑوں سے خوشبو کا آنا (۱۶) اُس کے گھرانہ میں بادشاہوں کی بیٹیوں کا آنا (۱۷) ہدایا اور تحائف کا آنا (۱۸) اولاد کا بجائے باپ کے سردار اور حاکم ہونا (۱۹) تمام پشتوں میں قرناً بعد قرن اور نسلاً بعد نسلٍ اس کا ذکر باقی رہنا (۲۰) ابد الآباد تک لوگوں کا اس کی ستائش کرنا۔"

اہل اسلام کے نزدیک اس بشارت کا مصداق نبی اکرم رسول اعظم سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بشارت کا مصداق سمجھتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں اسلئے کہ جو اوصاف اس بشارت میں مذکور ہیں۔ وہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں۔

(۱) بادشاہت کا ثبوت آنحضرت کے لئے شمس فی نصف النہار سے زیادہ اجلیٰ اور روشن ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو دین و دنیا دونوں کی بادشاہی عطا فرمائی۔ احکام خداوندی کو بادشاہوں کی طرح جاری فرمایا۔ جس طرح نصاریٰ کے زعم میں حضرت عیسیٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام ... یہود لعنہم اللہ تعالیٰ
سے مقہور و مجبور ... تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم مجبور نہ تھے ... آپ نے قرآن کے
حصون و قلاع سے ... ان کو نکال دیا۔
الحاصل ... نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم دین و دنیا کے ... بادشاہ تھے تمام
انبیاء و رسل سے ... افضل اور برتر تھے
کسی رسول کو قرآن ... کریم جیسی معجز کتاب
عطا کی گئی۔ اور نہ ... کسی کو آپ جیسی کاملی
مکمل شریعت عطا ... کی گئی کہ فلاح دارین
اور نجات اور بہبودی ... کی پوری پوری کفیل
ہو جس نے عقائد و ... اعمال کی سنگین
غلطیوں پر متنبہ کیا ہو ... خدا تک پہنچنے کیلئے
راستہ ایسا صاف کر دیا ... ہو کہ چلنے والوں
کے لئے کوئی روڑا ... اٹکانہ رکھا ہو تہذیب

لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد ... بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایام را ... او رسل را ختم و ما اقوام را
لانبی بعدی ز احسان خداست ... پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست ... تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلماں بر کند ... نعرہ لاقوم بعدی می زند

(اقبال)

اخلاق اور تدبیر منزل سیاست ملکیہ و مدنیہ کے لحاظ سے بھی نہایت کامل و مکمل ہو۔ غرض یہ کہ اس میں جامعیت کبریٰ کا وصف نمایاں ہو ان تمام محاسن اور خوبیوں کا جامع صرف دین اسلام ہے کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ
بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

یہی وہ کامل و مکمل دین ہے کہ اس کے طلوع ہوتے ہی سب ادیان و مذاہب کے چراغ گل ہو گئے ؎

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا ۔۔۔ صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا

پس جس نبی کی کتاب بھی تمام کتب الٰہیہ اور صحف سماویہ سے افضل ہو اور اس کی شریعت تمام شرائع اور ادیان سے بدرجہا برتر اور کامل اور اکمل ہو اس کے معجزات بھی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہوں۔ اس کی اُمت بھی تمام امتوں سے علم اور عمل اعتقادات و اخلاق مکارم و شمائل۔ تہذیب و تمدن سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے لحاظ سے فائق اور برتر ہو۔ اُس نبی کے سید الاولین والآخرین اور بادشاہ دو جہاں ہونے میں کیا کلام اور شبہ ہو سکتا ہے۔

(۲) حسن و جمال میں آپ کا یہ حال تھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو حسین اور خوبصورت نہیں دیکھا۔ گویا کہ آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں گھومتا ہے اور جب تبسم فرماتے تو دندان مبارک کی چمک دیواروں پر پڑتی تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ ۔۔۔ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا ۔۔۔ اور آپ سے زیادہ جمیل اور خوبصورت عورتوں نے نہیں جنا
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں ۔۔۔ گویا کہ آپ حسب منشا پیدا کئے گئے

نوٹ:۔ یہاں ایک نظم حسن و جمال مبارک پر درج کی جاتی ہے۔

حلیہ مبارک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

جس کا ذکر سابقہ کتب میں بھی موجود تھا

روایت کی امام باصفا نے ۔۔۔ حسن سبطِ رسول مجتبےٰ نے
کہ ہند بن ابی ہالہ مرا خال ۔۔۔ رسول اللہ کا تھا واصف حال
کیا میں نے سوال اُس باخبر سے ۔۔۔ خبر دے حلیۂ خیر البشر سے
کہ ہوں مشتاق ان باتوں کا بے حد ۔۔۔ بیان کر کچھ تو حال جد امجد
غرض میری ہے یہ سن کر وہ احوال ۔۔۔ کروں جو ہو سکے اسنادِ اعمال
کہا بس ہند نے یوں مجھ سے اُس دم ۔۔۔ رسول اللہ تھے مفخم مفخم
نگاہوں میں وہ یعنی خوش بسر تھے ۔۔۔ دلوں میں بھی بزرگ و نامور تھے

تجلی روئے انور کی نہ پوچھو،
قمر ہو جس طرح سے چودہویں کو،

میانہ کب قدِ خیر الوریٰ تھا
میانہ پن سے بھی وہ قد جدا تھا

اگر کوتاہ کہیئے تھا نہ کوتاہ
غرض کم کیفیت لے کی یہاں راہ

قدِ بالا کا تھا اُن کے یہ عالم
میانہ سے دراز اطوَل سے کچھ کم

بزرگی تھی سرِ عالی میں پیدا
نہایت حُسن و موزونی ہویدا

خمِ پیچی عیاں بالوں میں کم تھی
کچھ اک ژولیدگی لیکن بہم تھی

بکھرتے تھے جو فرقِ پاک پر بال
دو فرقہ اُن کو کر دیتے تھے فی الحال

اگر از خود نہ بال اُن کے بکھرتے
تکلف سے نہ ہرگز فرق کرتے

بحالِ وفرہ سر کے بال اُن کے
گزرتے نرمہائے گوش سے تھے

درخشانی کا عالم رنگ میں تھا،
کشادہ تھی جبینِ عالم آرا

مقوس دونوں ابروئے مقوس
مقدس دونوں ابروئے مقدس

باندازِ مناسب طاقِ ابرو
نہ تھی پیوستگی آپس میں اُن کو

عجب خمدار و باریک و مطوّل
بخوبی طاق تھا ثانی و اوّل

میانِ ابرواں اک رگ ہویدا
بہت ہوتی غضب کے وقت پیدا

کہوں کیا حسنِ بینی کا عالم،
کہ تھے نوروں کے شعلے جس سے توام

معلےٰ بینیٔ خیر البشر تھی
باندازِ بلندی جلوہ گر تھی

جو کوئی بے تامل دیکھتا تھا
بلندی کا گماں ہوتا تھا پیدا

ملائم آپ کے رخسار نیکو
بھلا تشبیہ دوں میں کس سے اُسکو

بزیبائی کشادہ وہ دہن تھا
کشادہ وہ دہن تھا اور زیبا

کہوں دانتوں کا کیا وہ حسن سادہ
سپید و صاف آپس میں کشادہ

دَقِیْقُ الْمَسْرُبَۃِ یعنی خطِ مو
کھنچا سینے سے تھا تا نافِ گلبو

بوصفِ گردنِ شایانِ معراج
کہا راوی نے شکلِ صورتِ عاج

مُصَفّا یعنی وہ گردن تھی ایسی
بشکلِ نقرۂ با نور و ضیا تھی

کہوں کیا عضو عضو اُن کے بدن کا
بوضعِ خود مناسب اور زیبا

بخوبی تھے تناورِ فخرِ عالم
بتمامی عضوِ تن مربوط باہم

شکم سینہ صفائی میں برابر
مگر سینہ عریض و پہن و خوشتر

فراخی دونوں شانوں میں عیاں تھی — سر بھرا استخواں میں تھی بزرگی
بدن جو کچھ کھلا پرضاک سے تھا — درخشندہ وہ نور پاک سے تھا
گلوئے پاک سے تا ناف والا — خط مو تھا کھنچا باریک و زیبا
سوا اس کے شکم سینہ سراسر — معرّیٰ مو سے تھا صافی برابر
کلائی دونوں شانے اور بازو — مُزیّن تھے بزیب کثرتِ مُو
وراُن کے صدرِ عالی کی بلندی — خط مُو سے رکھے تھی ارجمندی
طویل الزند دونوں دست والا — کشادہ تھی کفِ دستِ مُصفّا
بزرگی اس کفِ پا میں عیاں تھی — نمایاں دونوں قدموں میں بزرگی
کشیدہ تھیں وہ انگشتان والا — لقب ہے سائل الاطراف جن کا
کفِ پا میں سمائی تھی یہ خوبی — کہ رہتی تھی زمین پر سے وہ اونچی
ہوا وارد بوصفِ پائے اقدس — کہ تھے پائے مبارک نرم والس
جُدا رہتی زمیں سے یوں کفِ پا — کہ پانی اُس کے نیچے سے گذرتا
زمیں پر جب خراماں آپ جاتے — قدم کو اپنے برکندہ اُٹھاتے
اُنہیں ہوتا خیال شل پشیں — بہ نرمی راہ جاتے سرورِ دیں
ہوا یہ حال بھی وارد بہ اخبار — کہ جس دم آپ جاتے تند رفتار
تو اُس دم تھے عیاں یہ صاف معنی — بلندی سے ہے گویا میلِ پستی
اُنہیں جب دیکھنا منظور ہوتا — نظر کرتے تھے حضرت بے محابا
بہت رہتے تھے آنکھوں کو جھکائے — نظر یعنی سوئے باطن لگائے
زمیں اکثر مشرف تھی نظر سے — فلک کم بہرہ ور ہوتا بصر سے
تأمل سوچ تھا گویا ہی نظر میں — سمایا تھا لحاظ اُن کی بصر میں
بیان کرتا ہے راوی بعد اس کے — کہ جب ساتھ آپ کے اصحاب ہوتے
تو یہ ارشاد فرماتے تھے حضرت — چلو تم مجھ سے آگے کر کے سبقت
عجب اخلاق تھے خیر الوریٰ کے — کہ ہوں مخدوم پیچھے خادم آگے
سنو یہ اور عادت مصطفےٰ کی — کہ ہوتا جو کوئی اُن سے ملاقی
جناب پاک کرتے اُس کو خوش کام — بتقدیم سلام دین اسلام

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اگر وہ ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں ۔

اے زلیخا اس کو نسبت اپنے یوسف سے ہے
اس پہ سر کٹتے ہیں دائم اور اس پہ انگلیاں

(۳) اور آپ کا خوش بیان اور شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا سب کو تسلیم ہے۔ آپ کے انفاس قدسیا اور کلمات طیبات اس وقت تک باسانید صحیحہ وجیدہ محفوظ ہیں جن سے آپ کی فصاحت وبلاغت اور شیریں زبانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۴) اور آپ مبارک الی الدہر بھی ہیں جیسا کہ بشارت دوم میں گزرا۔ مشرق و مغرب۔ شمال و جنوب میں کروڑ ہا مسلمان نمازوں میں اور نماز کے بعد۔ اور مختلف اوقات میں

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥

اے اللہ برکت نازل فرما محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر جیسے آپ نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی بلاشبہ آپ قابل ستائش اور بڑی بزرگی والے ہیں۔

پڑھتے ہیں۔ اس سے زائد اور کیا مبارک الی الدہر ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔

(۵) قوت میں آپ کا یہ حال تھا کہ رکانہ پہلوان کو جو قوت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگل میں مل گیا اور یہ کہا کہ آپ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ کو نبی برحق جانوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پچھاڑ دیا اس نے دوبارہ لڑنے کے لئے کہا آپ نے اس کو دوبارہ بھی پچھاڑ دیا۔ اس کو بہت تعجب ہوا۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر تو اللہ سے ڈرے اور میرا اتباع کرے تو اس سے زائد عجیب چیز دکھاؤں۔ اس نے پوچھا کہ اس سے زائد کیا عجیب ہے۔ آپ نے ایک درخت کو بلایا آپ کے بلاتے ہی آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ بعد ازاں یہ فرمایا کہ لوٹ جا سو وہ درخت یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

(۶) اور آپ کا شمشیر بند اور صاحب جہاد ہونا بھی مسلم ہے اور حضرت عیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ شمشیر بند تھے۔ اور نہ صاحب جہاد۔ اور بقول نصاریٰ ان میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے کو یہود سے بچا سکے۔

(۷) اور آپ صاحب حق وصداقت بھی تھے۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰى شَانُهٗ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

خدا ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین کو ناگوار گذرے

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ٥ (صافات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ومجنون نہیں۔ بلکہ حق کو لے کر آتے ہیں اور پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ٥ (سورۃ زمر)

اور جو سچی بات لے کر آیا۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

ایک مرتبہ نضر بن الحارث نے قریش کو مخاطب بنا کر یہ کہا۔

قد کان محمد فیکم غلاما حدثا ارضاکم فیکم واصدقکم حدیثا واعظمکم امانۃ حتی اذا رأیتم فی صدغیہ الشیب وجاءکم ما جاءکم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں نوجوان تھے سب سے زائد پسندیدہ سب سے زائد سچے سب سے زیادہ امین۔ لیکن جب تم نے ان کے جانبین راس میں بڑھاپا دیکھا اور وہ تمہارے پاس

قلتم انہ ساحر لا واللہ ما ھو بساحر — یہ دین حق لے کر آئے تو تم ان کو ساحر اور جادوگر کہنے لگے ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم وہ ساحر نہیں۔

اور ہرقل شاہ روم نے جب ابوسفیان سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق یہ دریافت کیا کہ کیا تم نے کبھی اس کو متہم بالکذب کیا ہے تو اس پر ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ ہم نے ان سے کبھی کوئی کذب نہیں دیکھا۔

(۸) اور اقبال مند ہونا بھی ظاہر ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جیسا آپ کو اقبال عطا فرمایا ایسا اقبال آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

(۹) اور دائیں ہاتھ سے مہیب کام اور عجیب وغریب کرشمہ ظاہر ہونے سے معجزۂ شق قمر کی طرف اشارہ ہے سہ

چو دستش برآہیخت شمشیر بیم — بہ معجز میان قمر زد دو نیم

اور علیٰ ہذا جنگ بدر اور جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک سے تمام مشرکین کو خیرہ کر دینا یہ بھی آپ کے دائیں ہاتھ کا مہیب کام تھا۔

(۱۰) تیرانداز ہونا بنی اسمٰعیل کا مشہور شعار ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

ارموا بنی اسمعیل فان اباکم کان رامیا — اے بنی اسمٰعیل تیراندازی کیا کرو اسلئے کہ تمہارا باپ تیرانداز تھا

(اور دوسری حدیث میں ہے)

من تعلم الرمی ثم ترکہ فلیس منّا — جو تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دے۔ وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۱) اور لوگوں کا آپ کے نیچے گرنا۔ یعنی خلق اللہ کا آپ کے تابع ہونا یہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ روز میں ہزاروں ہزار اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ شانہٗ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا

جب اللہ کی نصرت اور فتح آچکی اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق درجوق داخل ہوتے دیکھ لیا تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور استغفار پڑھئے بے شک خدا بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(۱۲-۱۳) اور آپ کی شریعت ابدالآباد تک رہے گی، چنانچہ قرآن کریم حسب وعدۂ الٰہی

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ — بیشک ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

تیرہ صدی سے بالکل محفوظ چلا آتا ہے۔ بحمد اللہ اب تک اس کے ایک نقطہ اور ایک شوشہ میں بھی سرمو تفاوت نہیں آیا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت اسی طرح رہے گا۔ اور یہود ونصاریٰ کی اپنی توریت وانجیل کا حال خوب معلوم ہے۔ لکھنے کی حاجت نہیں۔ اور آپ کی سلطنت کا عصا راستی اور صداقت کا عصا ہے ہمیشہ اس سے احقاق حق اور ابطال باطل ہوتا رہتا ہے۔

(۱۴) اور آپ صداقت کے دوست اور شرارت کے دشمن تھے۔ کما قال اللہ جل جلالہ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ — بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول آ گئے ہیں کہ جن

حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۔ پر تمہاری تکلیف شاق ہے تمہاری بھلائی کے لئے حریص ہیں۔ مومنین پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں ۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡکُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِیۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ ۔ اے نبی کریم کفار و منافقین سے جنگ کیجئے اور اُن پر سختی کیجئے

اور آپ کی اُمت کے یہ اوصاف ہیں۔

اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ اَذِلَّةٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ یُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَآئِمٍ ۔ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت مہربان مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرینگے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی بالکل پروا نہ کریں گے ۔

اور عجب نہیں کہ شرارت سے ابوجہل مراد ہو کہ جو سرتا پا شرارت تھا اور صداقت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہوں جو سرتا پا صدق و صداقت تھے اور بیشک ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اہل تھے کہ ان کو خلیل و صدیق یعنی دوست بنایا جائے ۔

(۱۵) اور آپ کے کپڑوں سے خوشبو بھی آیا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے آپ کا پسینہ مبارک اسلئے جمع کیا۔ تاکہ دلہن کے کپڑوں کو اس سے معطر کرے ۔

(۱۶) اور قرن اول میں بہت سی شہزادیاں مسلمانوں کی خادم بنی ہیں چنانچہ شہربانو یزدجرد شاہ کسریٰ کی بیٹی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ کے گھر میں تھی ۔

(۱۷) نجاشی شاہ حبشہ اور منذر بن ساوی شاہ بحرین اور شاہ عمّان اور بہت سے امیر و کبیر آپ پر ایمان لاتے اور آپ کے حلقہ بگوش بنے اور آپ کی خدمت میں سلاطین و امراء نے ہدایا بھیجکر فخر و سرفرازی حاصل کی چنانچہ مقوقس شاہ قبط نے آپ کی خدمت میں تین باندیاں اور ایک حبشی غلام اور ایک سفید خچر اور ایک سفید حمار اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے ۔

(۱۸) اور آپ کے بعد قریش میں خلافت رہی۔ آپ کی اولاد میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے ۔ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں صدہا خلیفہ اور حکمراں ہوئے حجاز و یمن مصر و شام وغیرہ وغیرہ میں حکومت و سلطنت پر فائز رہے اور قیامت کے قریب امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا۔ جو امام حسنؓ کی اولاد سے ہوں گے اور تمام روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے ۔

(۱۹ و ۲۰) اور آپ کی ستائش و ذکر خیر بھی ابدالاباد تک رہے گا۔ ہر اذان میں اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ بلند آواز سے اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ روزانہ پانچ مرتبہ کروڑہا مسلمان پکارتے ہیں۔ کوئی وعظ اور خطبہ ایسا نہیں کہ جس میں آپ کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ لیا جاتا ہو۔ محمدؐ اور احمدؐ کے معنے ستودہ کے ہیں۔ اس بشارت کے شروع میں یا احمدؐ کا لفظ صراحتًا مذکور تھا۔ مگر حسد کی وجہ سے نکال دیا گیا۔ مگر تاہم یہ اوصاف توسوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آتے۔ نصاریٰ کے زعم و اعتقاد پر تو حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی طرح اس بشارت کا مصداق نہیں ہوسکتے اسلئے کہ نصاریٰ صحیفۂ یسعیاہ علیہ السلام کے ترپنویں باب کو مسیح علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے ۔

تُمہارے پیغام پر کون اعتقاد لایا۔ اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا اُسکے ڈیل و ڈول کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اس پر نگاہ کریں اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اُس کے مشتاق ہوں وہ آدمیوں میں نہایت ذلیل و حقیر تھا

اور پھر آیت پنجم میں ہے ہے۔

"وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا" اھ

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جب نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے تھے تو وہ اوصاف زبور کا جو بالکل اس کی عکس ہیں۔ کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

ہمارے اعتقاد میں منجملہ دیگر تحریفات کے صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کا تریپنواں باب قطعاً و یقیناً الحاقی اور اختراعی ہے حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاشا ثم حاشا ہرگز ایسے نہ تھے۔ وہ تو دنیا اور آخرت میں وجیہہ (آبرو اور عزت والے) اور خدا کے مقربین میں سے تھے۔ لیکن با ایں ہمہ اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں اسلئے کہ نہ آپ شمشیر زن اور تیر انداز تھے اور نہ مجاہد اور نہ آپ کی شریعت دائمی ہے اور نہ آپ کی بعثت عام۔ اور نہ آپ کے گھرانہ میں کوئی شہزادی آئی کہ جو آپ کی بیوی یا لونڈی ہوتی اسلئے کہ آپ نے کوئی نکاح نہیں فرمایا۔ نیز آپ کے کوئی باپ دادا نہ تھا۔ آپ تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۔

حضرت ملاکی حبقوق یسیعاہ عیسیٰ علیہم السلام

کی

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں

بشارت سوم

از صحیفہ ملاکی علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سوم آیت اوّل

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں ختنہ کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا۔ دیکھو وہ یقیناً آویگا۔ رب الافواج فرماتا ہے پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ اھ

اس بشارت میں ایسے رسول کی آمد وظہور کا ذکر ہے۔ کہ صاحب ختان ہوگا۔ اور اسی وجہ سے آپ کی بعثت سے قبل یہود ونصاریٰ کو رسول الختان کا انتظار تھا۔ مگر آج کل نسخوں میں بجائے ختنہ کے رسول کے عہد کا رسول مذکور ہے۔

لیکن اس صورت میں بھی عہد سے ختنہ ہی کا عہد مراد ہے۔ جیسا کہ سفر پیدائش کے باب ہفدہم کی آیت دہم سے معلوم ہوتا ہے۔

اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا۔ جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اھ

بشارت چہارم

از صحیفہ حبقوق علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۳ آیت ۳

خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے۔ کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی"

یہ بشارت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت ہی ظاہر ہے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون پیغمبر فاران سے مبعوث ہوا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ چنانچہ ہر دوست اور دشمن کی زبان پر آپ کا نام محمد اور احمد ہے۔ اور ایک

قایم عربی نسخہ میں یہ لفظ ہیں۔

وامتلأت الارض من تحميد احمد — یعنی تمام زمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد سے بھر گئی

مگر حاسدین نے اس جملہ کا رہنا گوارا نہ کیا۔ اور بعد کی اشاعت میں اس جملہ کو صحیفہ مذکورہ سے علیحدہ کر دیا۔

بشارت پنجم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۸ آیت ۱۳

"سو خداوند کا کلام اُن سے یہ ہوگا حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں"۔

چنانچہ قرآن عزیز اسی طرح نجماً نجماً نازل ہوا۔ اور تمام عالم کے لئے دستور اور قانون بنا اور اسی قانون اور دستور سے قیصر و کسریٰ کا تختہ الٹا گیا اور اسی قرآن اور حدیث سے مسلمان روئے زمین پر حکومت کرتے رہے۔ رہی انجیل سو وہ علماء مسیحین کے نزدیک مُنزل مِنَ اللہ ہی نہیں۔ بلکہ وہ حواریین کی تصنیف ہے۔ اور صحیفہ مذکورہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب موصوف کا منزل من اللہ ہونا ضروری ہے۔

اور ہمارے نزدیک جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی وہ تمام کتاب ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی۔ قرآن کریم کی طرح نجماً نجماً نازل نہیں ہوئی۔ قال تعالیٰ شانہ

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا — قرآن کو ہم نے متفرق کرکے نازل کیا۔ تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ — کافر کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کیا گیا کہہ دو کہ ہم نے اسی طرح نازل کیا۔ تاکہ آپ کے دل کو مضبوط رکھیں اس لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر پڑھ سنایا۔

بشارت ششم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۴۲ آیت اوّل

دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا۔

یہ بشارت بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صریح ہے۔ اس لئے کہ میرا بندہ یہ ترجمہ عبداللہ کا ہے اور عبداللہ بھی آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے۔

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ — جب عبداللہ کھڑا ہوا۔

اور قرآن عزیز میں بکثرت عبداللہ کے لقب سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کما قال تعالیٰ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ — پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گیا۔

وَقَالَ تَعَالٰی مِمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا — اس چیز سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری

اور حضرت عیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بندے نہیں بلکہ خدا اور معبود ہیں۔ لہٰذا وہ اس کے مصداق نہیں ہوسکتے اور برگزیدہ بعینہ ترجمہ مصطفےٰ کا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور و معروف نام ہے اور جس سے میراجی راضی ہے۔ یہ ترجمہ مرتضیٰ کا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام پاک ہے۔

اور بزعم نصاریٰ اس جملہ کا مصداق یعنی جس سے میراجی راضی ہے حضرت عیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہوسکتے اسلیئے کہ وہ اُن کے زعم میں مصلوب و مقتول ہوئے۔ اور جو مقتول و مصلوب ہوجائے وہ نصاریٰ کے نزدیک ملعون ہے جیسا کہ گلیتوں کے تیسرے خط کے تیرھویں درس سے معلوم ہوتا ہے۔

مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے۔ اھ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نصاریٰ کے اس زعم باطل کی بنا پر معاذ اللہ خدا ان سے راضی نہیں۔

الحاصل محمد مصطفےٰ احمد مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے شبہ خدا کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں جن سے خدا راضی ہے اور کتب سیر میں آپ کے اسماء مبارکہ میں آپ کا ایک نام نامی مرتضیٰ اور رضی بھی لکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے صحابہ کرام کا خاص شعار ہے۔ کما قال تعالیٰ شانہٗ

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانًا سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ

البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا جبکہ وہ اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں آپ اُن کو رکوع و سجود کرتے اللہ کا فضل اور اللہ کی رضا طلب کرتے دیکھیں گے۔ صلاح اور تقویٰ کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدہ کے اثر سے نمایاں ہے یہ ہے اُن کی شان کہ جو توراۃ میں مذکور ہے۔

اور روح سے مراد وحی الٰہی ہے کہ جس پر ارواح و قلوب کی حیات کا دارومدار ہے کَمَا قَالَ تَعَالٰی شَانُہٗ

وَکَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا — اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی اپنے حکم سے

سو الحمد للہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ پر مردہ قلوب کی حیات اور زندگی کے لئے ایک روح یعنی قرآن عظیم کو اتارا جس نے نازل ہو کر مردہ قلوب کو حیات اور بے شمار مریض دلوں کو شفا بخشی کما قال تعالیٰ شانہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَۃٌ — اور اتارتے ہیں ہم ایسا قرآن کہ جو مومنین کے لئے سراسر شفا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ   اور رحمت ہے۔

اور مبعوث ہو کر آپ نے باذن الٰہی عدالت کو بھی جاری فرمایا کما قال اللہ جَلَّ جلالہ وعم نوالہ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَّاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (سورۃ شوریٰ)

پس اسی طرف بلاییے اور اسی پر قائم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم کیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ فرمائیے اور یہ کہیے کہ میں ایمان لایا اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر اور حکم کیا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔

اور چونکہ عدالت کا جاری کرنا شوکت کو مقتضی ہے۔ اسلئے یہ وصف بھی علیٰ زعم النصاریٰ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں۔ اسلئے کہ نصاریٰ کے نزدیک تو حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تو اتنی قوت بھی نہ تھی کہ جو اپنے کو قتل و صلب سے بچا سکتے۔ شوکت تو درکنار۔

پھر باب مذکور کی دوسری آیت میں ہے

کہ وہ نہ چلائیگا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا

یہ جملہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے باب کراھیۃ الصخب فی الاسواق میں عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر یہ دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جو توریت میں مذکور ہیں بیان فرمائیے۔ جواب میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بہت سے اوصاف ذکر فرمائے۔ منجملہ اُن کے یہ فرمایا۔

لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب بالاسواق   وہ نبی نہ بدخواہ اور نہ سنگ دل ہوگا۔ اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا۔

اور باب مذکور کی تیسری آیت میں ہے

وہ عدالت کو جاری کرلئے گا کہ دائم رہے

اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غرا کا الی یوم القیامۃ باقی رہنا مراد ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اب تک برابر محفوظ ہے اور انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی کوئی امت اس بارہ میں امت محمدیہ کی ہمسری نہیں کر سکتی کسی اُمت نے بھی اپنی نبی کی شریعت اور اس نبی کے اقوال و افعال کی حفاظت امت محمدیہ کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں کی۔ اور شریعت کے دائم ہونے سے خاتم الانبیاء ہونے کی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ شریعت کا دوام اور بقاء الی یوم القیامۃ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس نبی کے بعد اور کوئی نبی نہ بنایا جائے۔ ورنہ اگر اس کے بعد کوئی اور نبی بنایا جائے۔ تو شریعت سابقہ شریعت لاحقہ سے منسوخ ہو جانے کی وجہ سے دائمی نہ رہے گی۔

اور چوتھی آیت میں ہے۔

اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائیگا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرلے

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال جب ہوا کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند کیا۔

کی بشارت نازل ہوگئی۔ اور

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔

اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ

جب خدا کی مدد اور فتح آ پہنچی۔

کا وعدہ پورا ہوگیا اور عجب نہیں کہ راستی قائم کرنے سے خلافت صدیقیہ کی جانب اشارہ ہو جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے اسلئے کہ راستی ترجمہ صدق کا ہے اور صدق کا اطلاق صدیق پر ایسا ہی ہے جیسا کہ عَدْلٌ کا اطلاق زَیْدٌ پر۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں صدیق اکبر کو امام بنا کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ میرے بعد صدیق اکبر خلیفہ ہونے چاہئیں تاکہ صدق اور راستی قائم ہو۔

اور چھٹی آیت میں ہے

اور تیری حفاظت کروں گا

یہ جملہ بھی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پر صادق نہیں آتا۔ اس لئے کہ اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ یہ وعدہ اللہ کا پورا ہوا۔

ہاں بزعم نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت نہیں ہوئی اور پھر چھٹی آیت میں جو نور کا ذکر ہے اس سے نور ہدایت اور نور شریعت مراد ہے۔ جیسا کہ قرآن عزیز میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ (سورہ نساء)

اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک برہان آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور (قرآن کریم) نازل کیا۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورہ اعراف)

پس جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کی اور اسی نور کا اتباع کیا کہ جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا۔ یہی لوگ فلاح والے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (سورۂ احزاب)

اے نبی ہم نے تمہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا خدا کی طرف خدا کے حکم سے بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ

کافر اپنے مونہوں کی پھونک سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے

مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝ (سورۂ صف) ہیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو ضرور پورا فرمائیں گے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔

اور آیت ہشتم میں ہے

اور اپنی شوکت دوسرے کو نہ دونگا

یہ جملہ بھی حرف بحرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔

اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء قبلی۔ مجھ کو منجانب اللہ وہ چیزیں عطا کی گئیں کہ جو انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔

مثلاً ختم نبوت و رسالت۔ عموم بعثت و دعوت۔ مقام محمود۔ شفاعت کبریٰ۔ معراج سبع سموات ان فضائل و مزایا سے سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا۔

اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو وہ آیات بینات محاسن اخلاق فضائل و شمائل۔ علوم و معارف عطا فرمائے کہ جو کسی نبی اور رسول کو نہیں عطا فرمائے۔ خصوصاً قرآن حکیم کا معجزہ تو ایسا روشن معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق و مخالف سب ہی کی گردنیں خم ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝ یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ فضل جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور گیارھویں آیت میں ہے

بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ اھ

قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صاحبزادہ کا نام ہے اور اس بیابان سے فاران کا بیابان مراد ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ آئے تھے جیسا کہ کتاب پیدائش کے اکیسویں باب کی اکیسویں آیت سے ظاہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اس وقت مکہ معظمہ آباد ہے۔ اسی جگہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام مقیم رہے اور ان کے بعد ان کی اولاد بھی یہیں مقیم رہی۔ الحاصل اس جملہ میں آپ کے مولد یعنی جائے ولادت کی طرف اشارہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوں گے اور آپ کی امت اس بیابان میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کے نعروں سے اللہ کے جلال کو ظاہر کرے گی۔

اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ نبی مبشر قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد سے ہو گا۔ لہٰذا اس بشارت کا مصداق انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی ہو سکتا اسلئے کہ وہ سب حضرت اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔ نہ کہ قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد سے اور سلع مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

بشارت ہفتم

از انجیل متی باب ۲۱، آیت ۴۲

یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خدا کی طرف سے ہیں اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لاوے دی جائے گی۔ جو اس پتھر پہ گریگا چور ہو جائیگا۔ پر جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالے گا انتہیٰ۔ راج گیر اور معماروں سے بنی اسرائیل مراد ہیں اور کونے کے پتھر سے ہمارے نبی اکرم خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی نظر میں ایک ناپسند پتھر کے مشابہ تھے۔ بنی اسرائیل نے ہرچند آپؐ کو رد کرنا چاہا مگر آپؐ تائید الٰہی سے کونے کا سرا یعنی خاتم النبیین ہو کر رہے۔

کما روی ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت اللبنۃ وانا خاتم النبیین رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء وفی روایتہ انا سددت موضع اللبنۃ وختم بی البنیان وختم بی الرسل۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء سابقین کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے ایک محل نہایت عمدہ تیار کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس محل کا چکر لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی۔ میں ہی خاتم النبیین ہوں یعنی میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا ہے۔ اور میرے ہی سے یہ تعمیر ختم ہوئی۔ اور مجھ ہی پر انبیاء ورسل کا سلسلہ ختم ہوا۔

پھر آپؐ پر جو گرا وہ بھی چور چور ہوا اور جس پر آپؐ گرے وہ چور چور ہوا۔ چنانچہ جنگ بدر میں قریش آپ پر گرے اور وہ خدا کے فضل سے چور چور ہوئے اور فتح مکہ کے وقت آپ اُن پر گرے تب بھی وہی چور چور ہوئے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام ایران، شام وروم وغیرہ وغیرہ پر گرے اور سب کو چور کیا اور پھل اور میوہ لانے والی قوم بنی اسمٰعیل ہیں کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے پھل لائی اور حکومت اور سلطنت کے مالک ہوئے اور یہ آسمانی بادشاہت اُن کے حصہ میں آئی۔

لہٰذا اس بشارت کا مصداق بجز خاتم النبیین سید الاولین والاخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہوسکتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سو وہ خاص حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے، بنی اسرائیل میں بہت محترم تھے وہ ناپسند پتھر کے کیسے مشابہ ہوسکتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ خاتم النبیین نہیں جیسا کہ ماسبق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اہل کتاب علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور نبی کے منتظر تھے۔ نیز ماسبق میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ جب یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ تو یہودیوں نے اُن سے دریافت کیا الخ

سوم یہ کہ حضرت مسیح خود تو کبھی کسی پہ نہ گرے اور یہود جب ان پر گرے تو بقول نصاریٰ حضرت مسیح چور چور ہوئے۔ واللہ اعلم

بشارت ہشتم

از انجیل یوحنا باب چہاردہم آیت ۱۶

(۱۶) میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔
(۲۶) وہ تسلی دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھلا دیگا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہی ہیں یاد دلائے گا۔

(۲۹) اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ۔
(۳۰) بعد اُس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اسلئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اُس کی کوئی چیز نہیں۔

اور باب ۱۵ میں ہے

آیت (۲۷) وہ (یعنی روح حق) میرے لئے گواہی دے گا

اور باب ۱۶، آیت (۷) میں ہے

(۷) میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئے گا۔ پر (۸) اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیج دوں گا وہ آن کر دنیا کو (۱۰) گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھیرائے گا گناہ سے اس لئے کہ وے (۱۱) مجھ پر ایمان نہیں لاتے راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں (۱۲) اور تم مجھ کو پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہاں کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں تمہیں اب کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے (۱۳) لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادیگی اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گی۔ وہ میری بزرگی کرنے گی۔

انتہیٰ

اصل بشارت میں لفظ احمد موجود تھا۔ کما قال تعالیٰ:۔

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط

اس وقت کو یاد کرو کہ جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ایسے رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی "احمد" ہے۔

اور جیسا کہ انجیل برنا باس میں اب بھی موجود اور مصرح ہے لیکن جب انجیل کا اصل عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو یونانیوں نے اپنی اس عادت کی بنا پر کہ وہ ترجمہ کرتے وقت ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے تھے آں حضرتؐ کے نام مبارک "احمد" کا ترجمہ بھی "پیرکلی طوس" سے کر دیا اور پھر جب یونانی نسخہ کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا تو "پیرکلی طوس" کا معرب فارقلیط کر لیا گیا۔
ایک عرصہ تک اردو نسخوں میں "فارقلیط" کا لفظ رہا اس کے بعد اس کا ترجمہ بھی روح القدس سے کیا گیا اور مسیحین روح القدس کا

کے لفظ کو بطور تفسیر خطوط وحدانی میں لکھتے رہے۔ رفتہ رفتہ فارقلیط کے لفظ کو بھی علیحدہ کردیا صرف روح القدس اور روحِ حق کا لفظ رہنے دیا۔ جیسا کہ حال کے نسخوں میں موجود ہے۔

مگر پھر بھی بحمد اللہ مفید مدعا ہے اس لئے کہ اس بشارت میں ایسے اوصاف مذکور ہیں کہ جو آپؐ ہی کی ذات بابرکات پر صادق آتے ہیں۔ لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ اس سے روح القدس کا آنا مراد ہے (چنانچہ وہ روح حضرت عیسیٰ کے بعد جب حواریین ایک مکان میں جمع تھے نازل ہوئی اور اس روح کے نزول کی وجہ سے حواریین تھوڑی دیر کے لئے مختلف زبانیں بولنے لگے) بالکل بے معنی ہے اسلئے کہ اس بشارت میں اس روح حق اور فارقلیط کے چند اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔

یاد رکھئے

توراۃ وانجیل۔ زبور و دیگر آسمانی صحائف جو اللہ تعالیٰ نے سابق انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائے تھے۔ حق ہیں۔ ہمیں ان پر یوں ایمان لانا چاہیئے کہ یہ آسمانی کتابیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر بغرض ہدایت مخلوقات نازل ہوئی تھیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کا نورِ ہدایت موجود تھا۔ لیکن پہلی امتوں نے ان کتابوں کی کما حقہ حفاظت نہ کی۔ خود غرض اور جاہ پرست لوگوں نے ان کے مضامین میں تحریف وتبدیل کردی۔ اب ان کتابوں میں جو کچھ مضمون یا معانی اپنی اصلی حالت پر باقی ہیں وہ حق ہیں اور جو خود غرض وجاہ پسند لوگوں کی ملاوٹ اور تحریف ہے وہ غلط اور باطل ہے۔
۲۔ آسمانی کتابوں میں سے سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو پہلی سماوی کتب کیلئے ناسخ ہے لہٰذا اب ہمیں عمل کیلئے پہلی کتابوں کیطرف رجوع کرنیکی قطعًا ضرورت نہیں ہے خصوصًا ایسی حالتیں جبکہ وہ محرف ہوچکی ہیں۔ ۳۔ پہلی کتابوں میں باوجود تحریف کے کچھ مضامین پھر بھی ایسے مل جاتے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صراحتًا یا کنایۃً واشارۃً ذکر ہے۔ اس لئے ان مضامین کو بطور تائید کے نقل کرنا جائز ہے (مگر یہ کام علماء کا ہے)

محمد عبد اللہ عفرلہٗ

اول یہ کہ جب تک میں نہ جاؤنگا وہ نہ آویگا دوم یہ کہ وہ میری گواہی دے گا سوم یہ کہ وہ گناہ اور راستی اور عدالت سے تقصیروار ٹھیرائے گا چہارم یہ کہ مجھ پر نہ ایمان لانے والوں کو سزا دے گا۔ پنجم وہ سچائی کی راہ بتلاویگا ششم یہ کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا ہفتم یہ کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اللہ سے سنے گا وہی کہے گا ہشتم یہ کہ وہ جہان کا سردار ہوگا۔ نہم یہ کہ وہ میری تمام باتیں تم کو یاد دلائے گا۔ دہم یہ کہ جو امور تم اس وقت برداشت نہیں کرسکتے وہ نبی اس وقت آکر تم کو بتلائے گا اور جو باتیں غیر مکمل ہیں ان کی تکمیل کریگا اور ابد تک تمہارے ساتھ رہیگا اور یہ تمام باتیں آنحضرت پر صادق آتی ہیں۔

(۱) آپ کا تشریف لانا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے پر اس لئے موقوف تھا کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے کہ کسی نبی کا آنا پہلے نبی کے جانے پر جب ہی موقوف ہوسکتا ہے جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو ورنہ اگر وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو اس کے آنے سے پہلے نبی کا جانا شرط ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، اس لئے کہ جب وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو پہلے نبی کی موجودگی میں بھی وہ نبی مبعوث ہوسکتا ہے۔

پہلے نبی کا جانا دوسرے کے آنے کے لئے جب ہی شرط ہوسکتا ہے کہ جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو۔ الحاصل حضرت مسیح نے اس جملہ سے یہ ظاہر فرمادیا کہ وہ فارقلیط اور روح حق خاتم الانبیاء ہوگا۔ کما قال تعالیٰ:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور آخر النبیین ہیں

اور حضرت مسیح خاتم النبیین نہ تھے ورنہ علماء نصاریٰ و یہود حضرت مسیح کے بعد ایک نبی کے کس لئے منتظر تھے اور روح کا آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا۔ روح کا نزول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا۔

(۲) اور آپ نے حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کی گواہی بھی دی۔ کہ حضرت مسیح بن مریم اللہ کے بندہ اور رسول تھے اور زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

اور انہوں نے نہ ان کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن اشتباہ میں ڈال دیے گئے اور جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کیا وہ یقیناً شک میں ہیں خود ان کو اس کا یقین نہیں محض گمان کی پیروی ہے۔ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ وہی غالب اور حکیم ہے۔

(۳-۴) اور راستی اور عدالت سے ملزم بھی کیا اور حضرت مسیح کے نہ ماننے والوں کو پوری پوری سزا بھی دی۔ کسی سے قتال اور جہاد کیا اور کسی کو جلا وطن کیا .... جیسا کہ یہود خیبر اور یہود بنو نضیر اور یہود بنو قینقاع کے واقعات سے ظاہر ہے اور روح نے نہ کسی کو ملزم ٹھیرایا اور نہ کسی کی سرزنش کی اور آیت ۹ میں سرزنش کی یہ وجہ بیان فرمانا اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس فارقلیط اور مددگار اور وکیل و تشفیع کا ظہور منکرین عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ہوگا۔ بخلاف روح کے کہ اس کا ظہور تو آپ کے نزدیک حواریین پر ہوا کہ جو منکرین عیسیٰ علیہ السلام نہ تھے۔ اور نہ کسی حواریین نے کسی کو سزا دی وہ خود ہی مسکین اور عاجز تھے کسی منکر کو کیسے سزا دے سکتے تھے۔

(۵) اور آئندہ واقعات کے متعلق اتنی خبریں دیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں اور خبریں ایسی سچی دیں کہ جن میں ان کا کوئی جز بھی کبھی خلاف واقعہ نہیں نکلا اور تا قیامت اسی طرح ظاہر ہوتی رہیں گی اور کیسے غلط ہوتیں۔

(۶-۷) اور سچائی کی تو وہ راہیں بتلائیں کہ اولین و آخرین نے کسی نے اس کا عشر عشیر بھی نہ بتلایا۔ اس لئے کہ اپنی طرف سے کچھ نہ فرمایا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے وہ تو سوائے وحی کے اور کچھ نہیں

(۸) اور باایں ہمہ جہان کے سردار اور بادشاہ بھی ہوئے اور جہان اور دنیا کی سرداری سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت تمام عالم کے لئے ہوگی کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کی صحیح تعلیمات کو محو کر دیا تھا۔ ان کو بھی یاد دلایا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسے امر کی طرف آؤ کہ جو ہم میں اور تم میں مسلم ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت

شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط

نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔

وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

اور فرمایا حضرت مسیح بن مریم نے اے بنی اسرائیل بندگی کرو صرف ایک اللہ کی جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ تحقیق جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

(۹) آپ نے مبعوث ہونے کے بعد وہ باتیں بھی تبلائیں کہ جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے تحمل سے باہر تھیں یعنی ذات وصفات، شریعت وطریقت، حشر ونشر، جنت وجہنم کے متعلق وہ علوم ومعارف کے دریا بہائے کہ جن سے تمام عالم دنگ ہے۔ اور کسی کتاب میں ان علوم کا نام ونشان نہیں اور جو امور غیر تکمیل شدہ تھے آپ کی شریعت کاملہ نے ان سب کی تکمیل بھی کر دی۔ کما قال تعالیٰ:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا دین بنا کر۔

(۱۰) اور سولہویں آیت کا یہ جملہ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہیگا اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فارقلیط بذاتِ خود تمہارے ساتھ رہیگا بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کی شریعت اور اس کا دین ابد تک رہے گا یعنی وہ آخری دین اور اس کی شریعت آخری شریعت ہوگی۔ اسکے بعد کوئی دین اور کوئی شریعت نہیں آئیگی جو اس کی شریعت کی ناسخ ہو۔

علمائے مسیحین اس بشارت کو روح القدس کے حق میں قرار دیتے ہیں جس کا نزول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع الی السماء کے ۱۰ یوم بعد حواریین پہ ہوا۔ لیکن یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے اس لئے کہ روح کا نازل ہونا حضرت مسیح کے جانے پر موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو ہر وقت حضرت مسیح کے ساتھ رہتی تھی۔ اور نہ وہ روح ہمیشہ ان کے ساتھ رہی۔

اور نہ روح نے کسی کو راستی اور عدالت سے ملزم ٹھیرایا اور نہ کسی یہودی کو حضرت مسیح پر ایمان لانے کی وجہ سے کبھی سزا دی البتہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین اور کافرین سے جہاد بھی کیا۔ اور یہودیوں کو کافی سزا بھی دی۔

نیز حضرت مسیح کا اس پر ایمان لانے کی تاکید فرمانا بالکل بے محل ہے اسلئے کہ حواریین پیشتر ہی سے روح القدس پر ایمان رکھتے تھے اس کے فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ۔ حضرت مسیح کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود اس کو تبلا رہا ہے کہ وہ آنے والی شے کچھ ایسی ہوگی جس کا انکار تم سے بعید نہ ہوگا۔

پس اگر فارقلیط سے روح مراد ہوتی تو اس کے لئے چنداں اہتمام اور تاکید کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ جس کے قلب پر روح کا نزول ہوگا۔ اس سے روح کا انکار ہونا بالکل ناممکن ہے۔ نیز اس بشارت کا سیاق وسباق اس بات کو تبلا رہا ہے کہ وہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰ سے مغائر ہے۔ جیسا کہ سولہویں آیت کا یہ لفظ دوسرا مددگار بخشے گا جو مغائرۃ پر دلالت کرتا ہے۔

مہر نبوت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پُر نور کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک مہر نبوت تھی جو حسی طور پر آنحضرت کی ختم نبوت کی علامت اور نشانی تھی۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں کہ اس مہر نبوت کا ذکر کتب سابقہ توریت و انجیل وغیرہ میں بھی تھا اور حضرات انبیاء سابقین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی بشارت دیتے تو یہ فرماتے کہ اس نبی کا ظہور اخیر زمانہ میں ہوگا اور مہر نبوت اس کی نشانی ہوگی۔ اشعۃ اللمعات صفحہ ۵۰۸ جلد ۴

قال السهيلي والحكمة فى وضع خاتم النبوة على وجه الاعتناء والاعتبار انه لما ملأ قلبه صلى الله عليه وسلم حكمة ويقيناً ختم عليه كما يختم على الوعاء المملو مسكا واما وضعه عند نغض كتفه الايسر فلانه معصوم من وسوسة الشيطان وذلك الموضع منه مدخل الشيطان ومحل وسوسته

كذا فى جمع الوسائل صفحہ ۲۰ جلد ۱
وراجع فتح البارى صفحہ ۴۱ جلد ۶

سہیلی فرماتے ہیں کہ مہر نبوت لگانے میں حکمت یہ ہے کہ جب آپ کے قلب مبارک کو آب زمزم سے دھو کر علم و حکمت اور ایمان و ایقان کے خزانہ سے بھر دیا گیا تو اس کو محفوظ کرنے کے لئے مہر لگادی گئی اور دو شانوں کے درمیان بائیں جانب اسلئے لگائی گئی کہ یہ جگہ قلب کے مقابل ہے اور شیطان اسی جانب سے قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے دو شانوں کی درمیانی جگہ شیطان کی آمد اور اسکے وسوسوں کا دروازہ ہے اس لئے اس کو بند کرنے کے لئے مہر لگائی۔ تاکہ شیطان کی آمد کا راستہ بند ہو جائے۔ خصائص کبری صفحہ ۵۹ و ۶۰ جلد ۱ فتح الباری ص ۶۰۹ ج ۹ باب ختم نبوة وراجع خواتم الحکم ص ۱۰۱ فانہ مفصل

سید نعمان آلوسی۔ الجواب الفسیح لما لفقہ عبدالمسیح صفحہ ۹۷ جلد ۱ میں لکھتے ہیں:۔

قال الفاضل حيدر على القرشى فى كتابه المسمى خلاصة سيف المسلمين الذى هو فى لسان الاردو اى الهندى فى الصحيفة [illegible] والستين ان القسيس الاوسكان الارمنى ترجم كتاب اشعياء عليه السلام باللسان الارمنى فى سنة ۱۶۶۶ الف وستمائة وست وستين وطبعت سنة ۱۷۳۳ وفى الباب الثانى والاربعين هذه الفقرة ونصها۔ وسبحوا الله تسبيحا جديدا اثر سلطنته على ظهره واسمه احمد

فاضل حیدر علی قریشی نے اپنی کتاب خلاصہ سیف المسلمین' جو اردو زبان میں ہے لکھا ہے کہ پادری اوسکان ارمنی نے صحیفہ یسعیہ علیہ السلام کا ارمنی زبان میں ۱۶۶۶ء میں ترجمہ کیا جو ۱۷۳۳ء میں طبع ہوا۔ اس میں صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے بیالیسویں باب میں یہ فقرہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو اور اسکی تسبیح پڑھو اس آنے والے نبی کی سلطنت اور نبوت کا نشان اس کی پشت پر ہوگا۔ یعنی اس کی پشت پر مہر نبوت ہوگی اور نام اس کا احمد ہوگا انتہی اور یہ ترجمہ ارمینوں کے پاس موجود ہے

انتهت وهذه الترجمة موجودة عند الامام فانظروا فیہا۔ انتہی کلامہ
اس میں دیکھ لیا جائے۔ (ختم ہوا)

ابونضرہ راوی ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مہر نبوت کی بابت دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ مہر نبوت حضور کی پشت پر گوشت کا ایک ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔ (شمائل ترمذی) بخاری اور مسلم میں سائب بن یزید سے مروی ہے کہ مہر نبوت گھنڈی اور تکمہ کے مشابہ تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ کبوتر کے بیضہ کے مشابہ تھی اور بعض روایات میں ہے کہ سیب کے مشابہ تھی ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق تشبیہ دی ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے پیچھے سوار کیا۔ میں نے اپنا منہ آپ کی مہر نبوت پر رکھ دیا۔ میرے دہن میں سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ خصائص کبری صفحہ ۶۰ جلد ا

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا بھی تھا یا نہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرتی طور پر اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

اخرج ابن عساکر والحاکم فی تاریخ نیسابور عن ابن عمر قال کان خاتم النبوۃ علی ظهر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل البندقة من لحم مکتوب فیها باللحم محمد رسول اللہ (خصائص کبری ج ۱ ص ۶۰)

ابن عساکر اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مہر نبوت حضور کی پشت مبارک پر گوشت کے گولی کے مشابہ تھی اور گوشت ہی سے قدرتی طور پر محمد رسول اللہ اس پر لکھا ہوا تھا۔

صحابہ کرام کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب حضور کی مہر نبوت کو دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب حضور پر نور کے اوصاف بیان کرتے تو یہ فرماتے بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النبیین حضور کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور حضور خاتم النبیین تھے۔ (شمائل ترمذی)

غرض یہ کہ مہر نبوت۔ حضور کی ختم نبوت کی حسی دلیل تھی۔ اور علماء بنی اسرائیل میں آپ کی یہ علامت مشہور تھی بحیرا راہب اور نسطورا اور عبداللہ بن سلام وغیرہ وغیرہ اسی مہر نبوت کو دیکھ کر ایمان لائے۔ اور علماء بنی اسرائیل کی شہادتیں کتب سیر میں مفصل مذکور ہیں۔ جن میں سے دس شہادتیں ہم نے اپنے مختصر رسالہ مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام میں ذکر کی ہیں جو "ختم نبوت" کے نام سے مشہور ہے اور مکتبہ صدیقیہ ملتان سے شائع ہوا ہے۔

ختم نبوت اور اس کا مفہوم اور حقیقت

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ نبوت اور پیغمبری حضور کی ذات بابرکات پر ختم ہوگئی اور آپ سلسلۂ انبیا کی خاتم (بالکسر) ہیں یعنی سلسلۂ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور آپ سلسلۂ انبیاء کے خاتم (بالفتح) یعنی مہر ہیں۔ اب آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا مہر کسی چیز کا منہ بند کرنے کے لئے لگاتے ہیں۔ اسی طرح حضور پُر نور سلسلۂ انبیاء پر مہر ہیں اب آپ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور قیامت تک کوئی شخص اب اس عہدہ پر سرفراز نہ ہوگا۔ مہر ہمیشہ ختم کرنے اور بند کرنے کے لئے ہوتی ہے کما قال تعالیٰ یُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ یعنی سربمہر بوتلیں ہوں گی اور شراب اُن کے اندر بند ہوگی خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے یعنی کفر اندر بند کردیا ہے۔

مرزا صاحب کا اقرار کہ مہر بند کرنے کیلئے ہوتی ہے

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں ہے کیونکہ وحی کی رو سے تو خوابوں اور الہاموں پر مہر لگ گئی ہے پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۰ س ۳ پر ہے مگر افسوس کہ عیسائی مذہب میں معرفت الٰہی کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ہم کلامی پر مہر لگ گئی ہے اہ اب ان عبارتوں میں مرزا صاحب کے نزدیک بھی مہر لگانے کے معنی بند کرنے کے ہیں۔

عہد نبوت سے لے کر اب تک تمام امت کے علماء اور صلحاء مفسرین اور محدثین فقہاء اور متکلمین اور اولیاء وعارفین سب کے سب ختم نبوت کے یہی معنی سمجھتے چلے آتے ہیں اور بطریق تواتر یہ عقیدہ ہم تک پہنچا۔ جس طرح ہر زمانہ میں نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کے روایت کرنے والے رہے اسی طرح اسی تواتر کے ساتھ ختم نبوت کا عقیدہ ہم تک پہونچا ہے۔

جس طرح صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے معنی میں کوئی تاویل قابل التفات نہیں اسی طرح ختم نبوت کے معنی میں بھی کوئی تاویل قابل التفات نہ ہوگی بلکہ ایسے صریح اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزاء اور تمسخر کے مرادف ہے۔

قال خبیب بن الربیع ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل لانہ امتہان ای احتقار لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کذا فی شرح الشفاء للعلامۃ القاری ج۲ ص۹)

خبیب بن الربیع فرماتے ہیں۔ صریح الفاظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شارع علیہ السلام کی توہین اور تحقیر ہے۔ (شرح الشفا للعلامہ قاری)

چنانچہ بعض لوگوں نے آیات صلوٰۃ و زکوٰۃ میں یہ تاویل کی ہے کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج عبادتوں کے نام نہیں بلکہ چند نیک اشخاص کے نام ہیں۔ اور مطلب یہ کہ ان کے پاس آمدورفت رکھا کرو۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ یہ اچھے لوگ تھے۔

اور زنا ایک برا آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا کہ زنا کے پاس بھی مت جانا یہ بہت برا آدمی ہے باقی عرف میں جس کو زنا کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج اور مضائقہ نہیں۔

حضرات ناظرین غور فرمائیں کہ کیا یہ قرآن اور حدیث کے ساتھ تمسخر نہیں اور کیا ایسی تاویل کسی کو کفر سے بچا سکتی ہے اسی طرح ظلی اور بروزی کی تاویل بھی قرآن اور حدیث کے ساتھ تمسخر ہے۔

آپ انصاف سے فرمایئے کہ اگر آج کوئی پاکستان میں یہ دعویٰ کرے کہ میں قائد اعظم کا ظل اور بروز بن کر آیا ہوں بلکہ یہ کہے کہ میں تو قائد اعظم کا عین ہوں میرے اس دعوے سے قائد اعظم کی قیادت میں کوئی فرق نہیں آتا اور مجھ کو اختیار ہے کہ میں قائد اعظم کے جس حکم کو چاہوں ردی کی ٹوکری میں ڈال دوں تو کیا ایسا مدعی حکومت کے نزدیک قابل گردن زدنی نہ ہوگا اور کیا حکومت کے نزدیک کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا نام قائد اعظم رکھے یا اخبارات اور اشتہارات میں اپنے آپ کو پاکستان کا وزیر اعظم لکھ سکے حالانکہ یہ ممکن ہے کہ یہ شخص وزیر اعظم سے علم اور عقلی فہم اور فراست تدبر اور سیاست میں بڑھا ہوا ہو کیونکہ ووٹ کی وزارت میں کھوٹ ممکن ہے۔
لیکن نبوت و رسالت کی بارگاہ میں ان خرافات کو پر مارنے کی بھی مجال نہیں پس جبکہ قائد اعظم اور وزیر اعظم نام رکھنا بغاوت او جرم عظیم ہے تو کیا کسی کا یہ دعویٰ کہ میں رسول اعظم ہوں یہ بغاوت اور کفر عظیم نہ ہوگا۔
بہت سے یہود اور نصاریٰ حضور پر نور کی نبوت کو مانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ حضور کی نبوت فقط عرب کے ساتھ مخصوص تھی۔ تمام عالم کے لئے عام نہ تھی تو کیا اس تاویل کی وجہ سے ان یہود و نصاریٰ کو مسلمان کہا جا سکتا ہے۔

نقل کفر کفر نباشد

۱- مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے۔ کہ میں محمد رسول اللہ ہوں (العیاذ باللہ) دیکھئے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" مرزا کے ایک مرید نے الفضل ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء میں ایک نظم شائع کی ہے جس کے دو شعر یہ ہیں۔

محمد پئے چارہ سازی امت — ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثت ثانی کی ہم پر — کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(العیاذ باللہ۔ توبہ توبہ توبہ)

۲- الفضل کی یہ عبارت قابل غور ہے۔ اس سے قادیانی عقائد کی حقیقت واضح ہوتی ہے "یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے" الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۵
(استغفر اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اگر لا نبی بعدی میں یہ تاویل درست ہے کہ آپ کے بعد کوئی مستقل رسول نہیں ہو سکتا۔ تو کیا اگر مدعی الوہیت لا الٰہ الا اللہ کے یہ معنی بیان کرے کہ اللہ کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں۔ البتہ ظلی اور بروزی اور مجازی خدا اور بھی ہو سکتے ہیں۔ تو یہ تاویل کیوں درست نہیں۔

سامری کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ یہ بچھڑا مستقل خدا ہے بلکہ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا اس میں حلول کر آیا ہے جیسے ہندوں کا اپنے اوتاروں کے متعلق عقیدہ ہے کہ خدا ان میں حلول کر آیا تھا۔ ہندوا نے اوتاروں کو مستقل خدا نہیں مانتے۔ اسی طرح مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوں اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں حلول کر آئے ہیں۔ مرزائے قادیانی کا تمسخر تو دیکھیے کہ یہ کہتا ہے کہ میری آمد سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے نبوت پر مہر لگائی مگر مرزا صاحب نے نبوت کو اس طرح چرایا کہ اللہ کی لگائی ہوئی مہر بھی نہ ٹوٹی اور نبوت بھی چرا لی اسلئے میں کہتا ہوں کہ مسیلمۂ پنجاب یمن کے مسیلمۂ کذاب سے چالاکی اور عیاری میں کہیں بڑھ کر ہے۔

ہمیں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب کی تاویلات جاہلہ کی طرف کوئی توجہ کریں دیکھنا یہ ہے کہ جس نبی پر خاتم النبیین کی آیت اُتری اس نے اس آیت کے کیا معنے سمجھے اور امت کو کیا معنی سمجھائے۔ اور عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک پوری امت اس آیت کے کیا معنی سمجھتی رہی۔ کیا تیرہ سو سال کے علماء امت اور ائمۂ لغت و عربیت کو عربی لغت کی اتنی بھی خبر نہ تھی جتنا کہ قادیان کے ایک دہقان کو ٹوٹی پھوٹی عربی کی خبر تھی۔

مرزا صاحب نہ پنجابی نہ اردو اور نہ فارسی اور نہ عربی اور نہ انگریزی کسی زبان کے ادیب تھے۔ اُن کے معاصر بلکہ بہت سے اُن کے منکر اور کافر اردو اور فارسی اور عربی مرزا صاحب سے بہتر جانتے تھے۔ اس پر تمام امت کے علماء کی نسبت یہ کہنا کہ خاتم النبیین کی آیت کا مطلب نہیں سمجھا کیا کھلا ہوا مراق اور مالیخولیا نہیں (جس کا خود مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے)

علاوہ ازیں دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب بھی خاتم النبیین کے وہی معنی بیان کرتے تھے جو امت کے تمام علماء بیان کرتے چلے آئے اور مرزا صاحب صاف طور پر یہ لکھتے آئے کہ جو حضور پر نور کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ دعوائے نبوت کے بعد اس پر تاویل کا رنگ چڑھانا شروع کیا جو قابل التفات نہیں۔

اب مرزا صاحب کے اس بارہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول قدیم ہے۔ جو علماء امت کے موافق ہے۔ اور ایک قول جدید ہے جو مسیلمۂ کذاب کے مطابق ہے اور مرزا صاحب کا یہ اقرار ہے کہ مجھ کو مراق اور مالیخولیا کی بیماری ہے۔

لہٰذا مراقی کے جب اقوال مختلف ہوں تو مراقی کا وہی قول قبول کیا جائیگا کہ جو مراق سے قبل تمام عقلاء امت کے مطابق اس کی زبان سے نکل چکا ہے۔

ہم مسلمانوں کے لئے تو گنجائش ہے کہ مرزا صاحب کے مراق اور مالیخولیا میں کوئی تاویل کر لیں کہ وہ حقیقتہً مراقی نہ تھے بلکہ کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر مجازاً اپنے آپ کو مراقی فرما گئے۔ لیکن قادیانیوں پر فرض قطعی ہے کہ وہ مرزا صاحب کے مراق اور مالیخولیا پر بلا کسی تاویل کے ایمان لائیں۔ ورنہ اگر مرزا صاحب کے مراقی اور مالیخولیائی ہونے میں ذرا بھی شک کریں گے تو کافر اور مرتد ہو جائیں گے۔ نبی جو کہے اس پر بے چون و چرا ایمان لانا فرض ہے۔

کشف اور الہام اور وحی

کشف | عالم غیب کی کسی چیز سے پردہ اٹھا کر دکھلا دینے کا نام کشف ہے۔ کشف سے پہلے جو چیز مستور تھی۔ اب وہ مکشوف

یعنی ظاہر اور آشکارا ہوگئی۔ قاضی محمد اعلیٰ تھانوی
کشاف اصطلاحات الفنون صفحہ ۱۲۵۴ میں لکھتے ہیں:۔
الکشف عند اہل السلوک ہو المکاشفۃ ومکاشفہ رفع حجاب را گویند کہ میان روح جسمانی است
کہ ادراک آں بحواس ظاہر نتواں کرد الخ
اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی صفائی اور نورانیت پر موقوف ہے جس قدر قلب صاف اور منور ہوگا۔ اسی قدر حجابات مرتفع ہوں گے۔ جاننا چاہیئے کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی نورانیت پر موقوف تو ہے مگر لازم نہیں

الہام کسی خیر اور اچھی بات کا بلا نظر و فکر اور بلا کسی سبب ظاہری کے من جانب اللہ قلب میں القاء ہونے کا نام الہام ہے جو علم بطریق حواس حاصل ہو وہ ادراک حسی ہے اور جو علم بغیر طور حس اور طور عقل۔ من جانب اللہ۔ بلا کسی سبب کے دل میں ڈالا جائے وہ الہام ہے۔ الہام محض موہبت ربانی ہے اور فراست ایمانی جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے وہ من وجہ کسب سے اور من وجہ وہب ہے۔
کشف اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے الہام عام ہے۔ لیکن کشف کا زیادہ تعلق امور حسیہ سے ہے۔ اور الہام کا تعلق امور قلبیہ سے ہے۔

وحی وحی لغت میں مخفی طور پر کسی چیز کے خبر دینے کا نام ہے خواہ وہ بطریق اشارہ و کنایہ ہو یا بطریق خواب ہو یا بطریق الہام ہو یا بطریق کلام ہو لیکن اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام الٰہی کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ نبی کو بھیجا ہو اور اس کو وحی نبوت بھی کہتے ہیں۔ جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر بذریعہ القاء فی القلب ہو تو اس کو وحی الہام کہتے ہیں جو اولیاء پر ہوتی ہے اور اگر بذریعہ خواب ہو تو اصطلاح شریعت میں اس کو رویائے صالحہ کہتے ہیں۔ جو عام مومنین اور صالحین کو ہوتا ہے۔ کشف اور الہام اور رویائے صالحہ پر لغتہً وحی کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر عرف شرع میں جب لفظ وحی کا بولا جاتا ہے تو اس سے وحی نبوت ہی مراد ہوتی ہے یہ ایسا ہے کہ جیسے قرآن کریم میں باعتبار لغت کے شیطانی وسوسوں پر بھی وحی کا اطلاق آیا ہے کما قال تعالےٰ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِھِمْ۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا لیکن عرف میں شیطانی وسوسوں پر وحی کا اطلاق نہیں ہوتا۔

وحی اور الہام میں فرق وحی نبوت قطعی ہوتی ہے اور معصوم عن الخطاء ہوتی ہے اور امت پر اس کا اتباع لازم ہوتا ہے اور نبی پر اس کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور الہام ظنی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطاء نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرات انبیاء معصوم عن الخطاء ہیں اور اولیاء معصوم نہیں۔ اسی وجہ سے الہام دوسروں پر حجت نہیں اور نہ الہام سے کوئی حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ استحباب بھی الہام سے ثابت نہیں ہو سکتا۔
نیز علم احکام شرعیہ بذریعہ وحی۔ انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور غیر انبیاء پر جو الہام ہوتا ہے۔ جو وہ از قسم بشارات

---

[1] کما فی احیاء العلوم ص ۲۴

یا از قسم تفہیم ہوتا ہے احکام پر مشتمل نہیں ہوتا جیسے حضرت مریم کو جو وحیِ الہام ہوئی وہ از قسم بشارت تھی نہ کہ از قسم احکام اور بعض مرتبہ وحیِ الہام کسی حکم شرعی کے تفہیم اور افہام کے لئے ہوتی ہے۔

جو نسبت رویائے صالحہ کو الہام سے ہے وہی نسبت الہام کو وحی نبوت سے ہے یعنی جس طرح رویائے صالحہ الہام سے درجہ میں کمتر ہے اسی طرح الہام درجہ میں وحی نبوت سے فروتر ہے اور جس طرح رویائے صالحہ میں ایک درجہ کا ابہام اور خفاء ہوتا ہے اور الہام اُس سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح الہام بھی باعتبار وحی کے خفی اور مبہم ہوتا ہے اور وحی صاف اور واضح ہوتی ہے۔

اور جس طرح رویائے صالحہ میں مراتب اور درجات ہیں جو شخص جس درجہ صالح اور جس درجہ صادق ہے۔ اسی درجہ اس کا رویا بھی صالحہ اور صادقہ ہوگا۔ اسی طرح الہام میں بھی مراتب ہیں جس درجہ کا ایمان اور جس درجہ کی ولایت ہوگی۔ اسی درجہ کا الہام ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ اگر میری اُمت میں کوئی مُحَدَّث من اللہ ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ سوجاننا چاہیئے کہ یہ تحدیث من اللہ الہام کا ایک خاص مرتبہ ہے جو خواص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور صدق اور وحی خداوندی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ بلکہ حق جل شانہ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ حق کا ظہور اور صدور اسی محدث من اللہ کی زبان سے ہو۔ کما قال تعالیٰ فی قصۃ موسیٰ علیہ السلام حَقِيقٌ عَلَىٰ أَن لَّا أَقُولَ إِلَّا الْحَقَّ یہ تحدیث الٰہی مرتبہ فاروقیہ ہے اس کے اوپر مرتبۂ صدیقیت ہے اور اس کے اوپر مرتبۂ نبوت و رسالت ہے۔

وحی رحمانی اور وحی شیطانی میں فرق

اگر واردات قلبیہ کسی امر خیر اور امر آخرت یعنی حق جل شانہ کی اطاعت کی طرف داعی ہوں تو وحی رحمانی ہے۔ اور اگر دنیاوی شہوتوں اور نفسانی لذتوں کی طرف داعی ہوں۔ تو وہ وحی شیطانی ہے۔ کذا فی خواتم الحکم ص۱۵۶ و مدارج السالکین ص ۲۷/۱

حضرات صوفیہ کرام کا مطلب

جس طرح حق جل شانہ نے وحی کو معنیٔ لغوی کے اعتبار سے مقسم قرار دیکر اس کے تحت میں وحی نبوت اور الہام اور شیطانی وسوسوں کو داخل فرمایا اور الہام کو معنی لغوی کے اعتبار سے الہام فجور اور الہام تقویٰ کی طرف تقسیم فرمایا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا اور لفظ ارسال معنی لغوی کے اعتبار سے شیطان کے لئے ہی آیا ہے إِنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ

اسی طرح حضرات صوفیہ نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا۔ یعنی خدا تعالیٰ سے اطلاع پانا اور دوسروں کو اطلاع دینا اس معنی لغوی کو مقسم بنایا اور حضرات انبیاء کی نبوت اور وحی شریعت اور اولیاء کی ولایت اور الہام معرفت کو نبوت بمعنی لغوی کے تحت میں داخل فرمایا۔ اور نبوت کے لئے چونکہ تشریع احکام ضروری ہے اور ولایت میں کوئی حکم شرعی نہیں ہوتا۔ اسلئے حضرات صوفیہ نے نبوت و رسالت کا نام نبوت تشریعیہ رکھا اور ولایت کا نام نبوت غیر تشریعی رکھا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شریعت میں نبوت کی دو قسمیں ہیں ایک نبوت تشریعیہ اور ایک نبوت غیر تشریعی بلکہ نبوت بمعنی لغوی کے دو قسمیں ہیں ایک اصطلاحی نبوت جس کے لئے تشریع احکام لازم ہے اور نبوت بمعنی لغوی کی دوسری قسم ولایت اور الہام ہے

جس سے صرف حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے گر اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا حتیٰ کہ کشف اور الہام سے مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا اور حضرات صوفیہ نے نہایت واضح طور پر اس کی تصریح کر دی ہے کہ حضور پُر نور کے بعد نبوت کا دروازہ بالکل بند ہو چکا ہے۔ اور جس قسم کی وحی حضرات انبیاء پر اترتی تھی وہ بالکل مسدود ہو گئی۔ اب نہ یہ منصب باقی ہے اور نہ کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے اوپر نبی اور رسول کا لفظ اطلاق کرے۔ نبوت بالکل ختم ہو گئی۔ اولیاء کے لئے نبوت میں سے صرف وحی الہام باقی ہے اور حفاظ قرآن کے لئے یہ قرآن باقی ہے۔ حدیث میں ہے۔

من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ — جس نے قرآن کو حفظ کر دیا تو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان نبوت داخل کر دی گئی۔

اور علماء اور خواص امت کو منصب رسالت میں یہ حصہ ملا کہ وہ احکام شریعت کی تبلیغ کریں اور فقہاء اور مجتہدین کو منصب رسالت سے یہ حصہ ملا کہ کتاب و سنت اور شریعت کی روشنی میں اجتہاد اور استنباط کریں اور غیر منصوص امور کا حکم اصول شریعت کے ماتحت وہ خداداد نور فہم اور نور تقویٰ سے قرآن اور حدیث سے نکال کر امت کو فتویٰ دیں۔ اس طرح مجتہدین کو تشریع احکام کا ایک حصہ عطا ہوا اور یہی تصریح فرمائی کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دعوےٰ کرے کہ مجھ پر اللہ کے یہ احکام اوامر اور نواہی نازل ہوئے ہیں۔ وہ مدعی شریعت ہے ہم اس کی گردن اڑا دینگے۔

تو کیا مرزا صاحب کے نزدیک تمام اولیاء اور علماء اور حفاظ قرآن نبی ہو سکتے ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے حضرات صوفیہ کی اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر اولیاء کو نبوت غیر تشریعیہ سے حصہ ملا ہے تو فقہاء اور مجتہدین کو تو نبوت تشریعیہ سے حصہ ملا ہے۔ لہذا مرزائیوں کے نزدیک ائمہ اجتہاد تو تشریعی نبی ہونے چاہئیں۔

بلکہ

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے نبوت بمعنی لغوی (یعنی خدا سے خبر پانا اور دینا) کو اس قدر عام فرمایا کہ کسی موجود کو اس سے خالی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ فتوحات کے ایک سو چھپیویں باب میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان النبوۃ التی ھی الاخبار من الشئ ساریۃ فی کل موجود عند اھل الکشف والوجود لکنہ لا یطلق علی احد منھم اسم نبی ولا رسول الا علی الملائکۃ الذی ھم رسل (کبریت احمر ص ۱۱۸ ج ۱)

جاننا چاہیئے کہ نبوت جس کے معنی لغت میں خبر دینے کے ہیں وہ اہل کشف کے نزدیک تمام موجودات میں سرایت کیے ہوئے ہیں لیکن معنی شرعی کے اعتبار سے نبی اور رسول کا اطلاق بجز فرشتوں کے اور موجودات پر نہیں کیا جائیگا۔

اب دیکھیے کہ اس عبارت میں تمام مخلوقات اور تمام موجودات کے لئے ثابت فرما دیا اور ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ نبوت بمعنی لغوی یعنی اخبار عن الشئ تمام موجودات میں جاری و ساری ہے۔ گر معنی شرعی کے اعتبار سے کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق درست نہیں۔ شہد کی مکھیوں کے لئے وحی اور ہر نفس کے لئے الہام کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے واوحی ربك الی النحل فالھمھا فجورھا وتقوٰھا معلوم ہوا کہ وحی اور الہام کے فیض سے حیوانات بھی محروم نہیں۔ خداوند ذوالجلال کے وحی اور الہام کی تار برقی ہر ایک مخلوق کے دل میں لگی ہوئی ہے ؎

سب سے ربط آشنائی ہے تجھے　　دل میں ہر ایک کے رسائی ہے تجھے

اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل درکار ہو تو بوادر النوادر صفحہ ۶۲۰ تا ۶۳۶ مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ اور مسک الختام مصنفہ ناچیز اور الشہاب مصنفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحؒ کی مراجعت کریں۔

واللہ اعلم و علمہ اتم احکم۔

صوفیہ کے شطحیات

صوفیہ کرام کے یہاں ایک باب ہے جس کو شطحیات کہتے ہیں۔ شطحیات۔ شطحی یا شطح کی جمع ہے۔ اصطلاح صوفیہ میں شطح کی تعریف یہ ہے کہ جو بات غلبۂ حال اور غلبۂ وارد کی وجہ سے بے اختیار زبان سے نکل جائے اور بظاہر قواعد شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہو اس کو شطح کہتے ہیں۔ ایسے شخص پر نہ کوئی گناہ ہے۔ اور نہ اس کی تقلید جائز ہے۔

خود حضرات صوفیہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے کہ ان شطحیات پر کسی کو عمل پیرا ہونا جائز نہیں۔ بلکہ جس شخص پر یہ احوال نہ گزرے ہوں وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی نہ کرے۔ تاکہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔

دس مدعیان نبوت

مدعیان نبوت کے خروج اور ظہور کی پیشین گوئی

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی پیشین گوئیاں فرمائیں اور سب کی سب حرف بحرف سچی نکلیں۔ ایک پیشین گوئی حضور نے یہ بھی فرمائی کہ قیامت سے پہلے بہت سے کذاب اور دجال ظاہر ہوں گے ہرایک کا دعویٰ یہ ہوگا کہ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ خوب سمجھ لو کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ خدا کا آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ خاتم النبیین کے بعد کسی کا قطعیہ دعویٰ کہ میں نبی ہوں یہی اس کے کاذب اور دجال ہونے کی دلیل ہے۔

حضور نے اپنے بعد کسی نبی کے آنے کی پیشین گوئی نہیں فرمائی بلکہ مدعیان نبوت کی پیشین گوئی فرمائی۔ اور ایک حرف بھی نہ فرمایا کہ تم اس مدعی نبوت سے اولاً یہ دریافت کرنا کہ تو کس قسم کی نبوت کا مدعی ہے اور تیری نبوت کی کیا دلیل ہے۔ اگر حضور کے بعد کوئی سچا نبی آنے والا ہوتا۔ تو حضور پرنور اس کی خبر دیتے اور لوگوں کو ہدایت فرماتے کہ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کا انکار کرکے دوزخی نہ بننا بلکہ اس کے برعکس یہ فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ کذاب و دجال پیدا ہونگے جو نبوت کے مدعی ہوں گے تم اُن کے دھوکہ اور فریب میں نہ آنا اور اس کے جھوٹا ہونے کی علامت یہی یہ ہوگی کہ وہ نبوت کا دعویٰ کریگا۔ چنانچہ اس کا ظہور حضور کی اخیر زندگی ہی سے شروع ہوگیا۔ اور نبوت کے دعوے دار ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ یمن میں اسود عنسی نے اور یمامہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ فتح الباری ص۶/۴۵۴

وروی ابویعلی باسناد حسن عن عبد اللہ بن الزبیر تسمیۃ بعض الکذابین المذکورین بلفظ لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون کذابا منھم مسیلمۃ والعنسی والمختار۔

(فتح الباری ص۶/۴۵۵)

ابویعلیٰ نے عبداللہ بن زبیر سے باسناد حسن روایت فرمائی ہے جس میں بعض کذابوں کے نام بھی آپ نے ذکر فرمائے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ جب تک کہ تیس کذاب برآمد نہ ہوں۔ ان میں مسیلمہ اور عنسی اور مختار ہوں گے فتح الباری ص۶/۴۵۵

سب سے پہلا مدعی نبوت اور اس کا قتل

سب سے پہلا مدعی نبوت اسود عنسی ہے جو بڑا شعبدہ باز تھا اور کہانت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ لوگ اس کے شعبدوں کو دیکھ کر مانوس ہوگئے اور اس کے پیچھے ہولئے اور قبیلہ نجران اور قبیلہ مذحج نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے علاوہ یمن کے اور بھی قبائل اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانان یمن کے پاس حکم بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو اسود کا فتنہ ختم کیا جائے امام ابن جریر

طبری ۱۱ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں

عن جشیش بن الدیلمی قال قدم علینا وبر بن یحنس بکتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامرنیہ بالقیام علی دیننا والنھوض فی الحرب والعمل فی الاسود اما غیلۃ اومصادمۃ "

(تاریخ طبری ص ۲۲۶ ج ۲)

جشیش راوی ہیں کہ وبر بن یحنس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ ہمارے نام لے کر آئے جس میں ہم کو یہ حکم تھا کہ دین اسلام پر قائم رہیں اور اسود کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے تیار ہو جائیں اور جس طرح ممکن ہو اسود کا کام تمام کریں۔ خواہ کھلم کھلا قتل کریں یا خفیہ طور پر یا کسی اور تدبیر سے۔

اور تاریخ ابن الاثیر صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ پر ہے۔

فتزوج معاذ بالسکون فعطفوا علیہ وجاء الیھم والی من بالیمن من المسلمین کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامرھم بقتال الاسود فقام معاذ فی ذلک وقویت نفوس المسلمین وکان الذی قدم بکتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبر بن یحنس الازدی قال جشیش الدیلمی فجاءتنا کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا بقتالہ اما مصادمۃ اوغیلۃ الی آخرہ

تاریخ ابن الاثیر صفحہ ۱۲۸ جلد ۲

ذکر اخبار الاسود العنسی بالیمن

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور تمام مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے پاس اور مسلمانان یمن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط موصول ہوا جس میں اسود کے ساتھ قتال کا حکم تھا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس بارے میں کھڑے ہوئے۔ اور مسلمانوں کے قلوب کو تقویت حاصل ہوئی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر آیا تھا۔ اس کا نام وبر بن یحنس ازدی تھا۔ جشیش دیلمی فرماتے ہیں ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی خط موصول ہوئے جن میں اسود کے قتال کا حکم تھا۔ علانیہ ہو یا تدبیر سے۔

چنانچہ حضرات صحابہ نے حسن تدبیر سے اس کذاب کا کام تمام کیا۔ اور اس واقعہ کی خبر دینے کے لئے ایک قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن قاصد کے پہونچنے سے پہلے حضور کو بذریعہ وحی اس کی خبر ہو گئی آپ نے اسی وقت صحابہ کو بشارت دی اور فرمایا۔

قتل العنسی البارحۃ قتلہ رجل مبارک من اھل بیت مبارکین قیل ومن قال فیروز فاز فیروز تاریخ طبری ص ۲۳۴ ج ۲

تاریخ ابن الاثیر ص ۱۳۲ ج ۲ وتاریخ ابن خلدون ص ۲۲۳ ج ۲

کہ شب گذشتہ اسود عنسی مارا گیا اس کو ایک مبارک گھرانے کے مبارک مرد فیروز نے مارا ہے۔ فیروز کامیاب اور فائز المرام ہوا۔

قاصد یہ خبر لے کر مدینہ اس وقت پہونچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ عبد الرحمن ثمالی رضی اللہ عنہ نے اس بارہ میں یہ اشعار لکھے۔

لعمری وما عمری علی بھین	لقد جزعت عنس بقتل الاسود

قسم ہے میری زندگی کی اور میری قسم معمولی قسم نہیں قبیلہ عنس اسود عنسی کے قتل سے گھبرا اٹھا

وقال رسول اللہ سیروا لقتلہ	علی خیر موعود واسعد اسعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے جاؤ اور بہترین وعدہ اور اعلیٰ ترین خوش نصیبی کی بشارت دی یعنی مدعی نبوت کا قتل اعلیٰ ترین سعادت ہے۔

فسرنا الیہ فی فوارس ثہمۃ علیٰ حین امرٍ من وصاۃ محمد

پس ہم چند سوار اسود کذاب کے قتل کیلئے روانہ ہو گئے تاکہ آپ کے حکم اور وصیت کی تعمیل اور تکمیل ہو

حسن الصحابۃ فی شرح اشعار الصحابہ صفحہ ۳۱۳

خلافت راشدہ اور مدعیان نبوت کا قلع قمع

خلافت راشدہ اُس حکومت کو کہتے ہیں کہ جو منہاج نبوت پر ہو اور اس حکومت کا حکمران نبی کے ظاہری اور باطنی کمالات کا آئینہ اور نمونہ ہو۔ خلافت راشدہ کا فیصلہ قیامت تک کے لئے پوری امت کے لئے حجت اور واجب العمل ہے۔

احادیث صحیحہ میں خلفاء راشدین کے اتباع کی تاکید تاکید آئی ہے

کتاب وسنت کے بعد خلافت راشدہ کا فیصلہ شرعی حجت ہے جس سے عدول اور انحراف جائز نہیں۔

قیامت تک آنے والی اسلامی حکومتوں کیلئے خلافت راشدہ ہائی کورٹ اور آخری عدالت ہے جس کی کوئی اپیل نہیں ہو سکتی۔ کسی اسلامی حکومت کی یہ مجال نہیں کہ وہ خلافت راشدہ کے فیصلہ پر کوئی نظر ثانی کا تصور بھی کر سکے۔ خلافت راشدہ کے رشد اور صواب پر رسول اللہ کے دستخط ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بعد خلفاء راشدین واجب الاطاعت ہیں اور اگر بفرض محال کوئی دیوانہ یہ خیال کرے کہ خلفاء راشدین کا فیصلہ حجت اور واجب الاطاعت نہیں تو پھر بتلائے کہ دنیا میں خلفاء راشدین سے بڑھ کر کون ہے جس کا فیصلہ حجت سمجھا جائے۔

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خلافت راشدہ نے کس طرح مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا۔ اور کس طرح صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹایا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ عن الاسلام وسائر المسلمین خیرا کثیرا امین

طُلَیحۂ اسدی

اسود عنسی کی طرح۔ طلیحہ اسدی نے بھی حضور پر نور کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسود کی طرح یہ بھی کاہن تھا کچھ قبیلے اس کے بھی تابع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لئے ضرار بن الاسود رضی اللہ عنہ کو صحابہ کی ایک جماعت ساتھ دے کر روانہ کیا۔ حضرت ضرارؓ نے خوب سرکوبی کی اور مرتدین کو اتنا مارا کہ طلیحہ کی جماعت کمزور پڑ گئی لیکن اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر آ گئی۔ حضرت ضرار اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ آ گئے۔ ان کے واپس آ جانے کی وجہ سے طلیحہ کا فتنہ پھر زور پکڑ گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کی سرکردگی میں ایک لشکر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ خالد بن ولیدؓ نے جاتے ہی میدان کارزار گرم کیا۔ عیینہ بن حصن طلیحہ کی طرف سے لڑ رہا تھا اور طلیحہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایک چادر اوڑھے ہوئے وحی کے انتظار میں ایک طرف بیٹھا تھا۔ جب مرتدین کے پیر میدان جنگ سے اکھڑنے لگے تو عیینہ بن حصن۔ لوگوں کو لڑتا چھوڑ کر طلیحہ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا میرے

بعد تیرے پاس جبرئیل امین کوئی وحی لے کر آئے ہیں. طلیحہ نے کہا نہیں کوئی نہیں آئی. عیینہ لوٹ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا اور سوال کیا کیا ابھی تک بھی جبرئیل امین کوئی وحی لے کر آئے ہیں. طلیحہ نے کہا نہیں. عیینہ نے کہا آخر جبرئیل کب تک ہم تو تباہ ہو گئے. تھوڑی دیر کے بعد عیینہ پھر آیا اور طلیحہ سے پھر یہی سوال کیا. طلیحہ نے کہا ہاں ابھی جبرئیل امین آئے تھے. اور یہ وحی لے کر آئے ہیں.

ان لک رحی کرحاہ وحدیثا لا تنساہ. — تیرے لئے بھی خالد کیطرح ایک چکی ہوگی اور ایک بات پیش آئے گی جس کو تو کبھی نہ بھولے گا

عیینہ نے یہ سنکر کہا کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ کوئی بات ایسی ضرور پیش آئے گی جس کو تو نہ بھولے گا. اور اس کے بعد قوم سے مخاطب ہو کر یہ کہا.

انصرفوا یابنی فزارۃ فانہ کذاب — اے بنی فزارہ تم واپس ہو جاؤ خدا کی قسم یہ شخص بالکل کذاب ہے

عیینہ کا یہ لفظ سنتے ہی تمام لوگ بھاگ گئے اور میدان خالی ہو گیا اور کچھ لوگ ایمان لے آئے. طلیحہ نے اپنے لئے اور اپنی بیوی کے لئے پہلے ہی سے ایک گھوڑا تیار کر رکھا تھا جب اس پر سوار ہو کر بھاگنے لگا تو لوگوں نے آکر اس کو گھیر لیا. طلیحہ نے جواب دیا

من استطاع ان یفعل مثل ما فعلت وینجو باھلہ فلیفعل. — جو شخص ایسا کر سکتا ہو اور اپنی بیوی کو بچا سکتا ہو وہ ضرور ایسا کر گذرے.

اس طرح طلیحہ بھاگ کر ملک شام چلا گیا اور حضرت عمر کے زمانہ میں تائب ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرت عمر کے دست مبارک پر بیعت کی اور جنگ قادسیہ میں کارنمایاں کئے. والسلام

تاریخ طبری صہ $\frac{۲۲۹}{۳ج}$ وتاریخ ابن الاثیر صہ $\frac{۱۳۰}{۲ج}$ تا صہ $\frac{۱۳۳}{۲ج}$ وتاریخ ابن خلدون صہ $\frac{۲۹۲}{۳ج}$

(وحی طلیحہ کا ایک نمونہ)

والحمام والیمام والصرد الصوام قد صمن قبلکم باعوام لیبلغن ملکنا العراق والشام

تاریخ ابن الاثیر صہ $\frac{۱۳۳}{۲ج}$

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کذاب: یہ شخص قبیلہ بنی حنیفہ کا تھا. ۱۰ھ میں شہر یمامہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس کی عبارت یہ تھی.

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ سلام علیک فانی قد اشرکت فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریش قوم یعتدون.

من جانب مسیلمہ رسول اللہ بطرف محمد رسول اللہ تم پر سلام ہو تحقیق میں نبوت میں تمہارے ساتھ شریک کر دیا گیا ہوں نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی. لیکن قریش ایک ظالم قوم ہے.

مسیلمہ نے یہ خط دو آدمیوں کے ہاتھ حضور اقدس کی خدمت میں بھیجا حضور نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے ان دونوں نے کہا ہاں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قاصد قتل کئے جاتے تو میں گردن اڑانے کا حکم دیتا۔ بعد ازاں اس کے خط کا یہ جواب لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من جانب محمد رسول اللہ۔ بطرف مسیلمہ کذاب سلام ہو اُس شخص کو جو اللہ کی ہدایت کا اتباع کرے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ تحقیق زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو زمین کا مالک اور وارث بنائے اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

ابن اثیرؒ اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۳۸/۲۷ پر لکھتے ہیں

فکان اعظم فتنۃ علی بنی حنیفۃ من مسیلمۃ شھد ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم قد اشرک معہ فصدقوہ واستجابوا لہ۔ الخ۔ یعنی بنی حنیفہ کے حق میں فتنہ کا بڑا سبب یہ ہوا کہ مسیلمہ نے یہ مشہور کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی رسالت میں شریک کر لیا ہے انہوں نے حضور کا نام سنکر مسیلمہ کی تصدیق کی اور اس کی دعوت کو قبول کیا۔

اور مسیلمہ کو اس دعوے کی تائید کے لئے نہار نامی ایک شخص ہاتھ آ گیا۔ یہ شخص شرفاء بنی حنیفہ میں سے تھا۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر قرآن اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ اور دین کی تعلیم دو۔ یہ بدبخت مدینہ سے واپس آ کر مسیلمہ سے مل گیا اور علی الاعلان آ کر یہ شہادت دی کہ میں نے خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسیلمہ نبوت میں شریک ہے اس لئے بنی حنیفہ کے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور مسیلمہ کے بہکائے میں آ گئے۔

مسیلمہ یمامہ اور مسیلمہ قادیان میں فرق

مرزا صاحب نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا کہ جو مسیلمہ یمامہ نے کیا تھا۔ مگر مرزا صاحب چالاکی میں مسیلمہ سے بڑھے ہوئے ہیں مسیلمہ تو یہ کہتا تھا کہ حضور پُرنور نے مجھ کو اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے۔ اور مرزا صاحب یہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نبوت میں حضور کے ساتھ شریک نہیں بلکہ عین محمد ہوں اور میری بعثت۔ بعینہ بعثت محمدیہ ہے اور یہ بعثت ثانیہ بعثت اولےٰ سے کہیں افضل اور اکمل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ قادیان جو بعثت ثانیہ کا محل ہے۔ مکہ مکرمہ سے افضل اور بہتر ہے اور مرزا صاحب باوجود مراق اور مالیخولیا کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اکمل ہیں۔ ابلہ گفت دیوانہ باور کرد۔ کی مثل صادق ہے۔ پاگل نے کہا اور دیوانہ نے اس کو مان لیا۔

اس خط و کتابت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور بغیر اس فتنہ کی تدبیر کے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اسی

اثنا میں ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے، جس کا نام سجاح تھا مسیلمہ نے اس سے نکاح کر لیا اس کے لشکر سے مسیلمہ کو مزید قوت اور شوکت حاصل ہوئی۔

صدیق اکبرؓ نے مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے اولاً عکرمہ بن ابی جہل کی زیر امارت ایک لشکر روانہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی پھر ان کے بعد دوسرا لشکر شرجبیل بن حسنہ کی سرکردگی میں ان کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر کو بھی شکست ہوئی۔ مسیلمہ کذاب کے لشکر چالیس ہزار جنگ آزمودہ سپاہی تھے۔ صحابہ کرام کے چھوٹے چھوٹے لشکر پورا مقابلہ نہ کر سکے۔ بالآخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ خالد بن ولید کو مسیلمہ کذاب کی مہم کے لئے روانہ فرمایا۔ اس معرکہ میں صدیق اکبر کے لخت جگر عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور فاروق اعظم کے لخت جگر عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بھائی زید بن الخطاب بھی شریک تھے۔

مرتدین سے اب تک جس قدر معرکے پیش آئے ان میں مسیلمہ کذاب کا معرکہ سب میں زیادہ سخت تھا اور قوت اور شوکت میں سب سے بڑھکر تھا۔ مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار تھی اور مسلمانوں کی فوج دس ہزار سے کچھ زیادہ تھی۔

مسیلمہ کذاب کو جب خالد بن ولید کی آمد کی خبر ملی تو آگے بڑھ کر مقام عقربا میں پڑاؤ ڈالا۔ اس میدان میں حق و باطل اور نبوت صادقہ اور کاذبہ کا خوب مقابلہ ہوا۔ معرکہ نہایت سخت تھا کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری نظر آتا تھا اور کبھی مسیلمہ کا۔ یہاں تک کہ مسیلمہ کے کئی سپہ سالار مارے گئے سب سے اول مسیلمہ کیطرف سے نہار میدان میں آیا جو حضرت زید بن الخطاب کے ہاتھ سے مارا گیا مسیلمہ کا دوسرا مشہور سردار محکم بن طفیل حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے تیر قضا سے ختم ہوا۔ مرتدین کے قدم اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے ان کو مارتے مارتے مقام حدیقہ تک پہنچا دیا۔ یہ مقام چار دیواری سے محصور تھا یہ ایک باغ تھا جس کو حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے۔ مسیلمہ نے اپنا خیمہ اسی باغ میں نصب کیا تھا۔ اسی باغ میں مسیلمہ قدم جمائے کھڑا تھا۔ دشمنوں کا لشکر بھاگ کر حدیقہ میں داخل ہو گیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس وقت صحابہ سے کہا

یا معشر المسلمین القونی علیھم فی الحدیقۃ فقالوا لا نفعل فقال واللہ لتطرحننی علیھم فاحتمل حتی اشرف علی الجدار فاقتحمھا علیھم وقاتل علی الباب وفتحہ للمسلمین ودخلوھا علیھم فاقتتلوا اشد قتال وکثر القتلی فی الفریقین لا سیما فی بنی حنیفۃ فلم یزالوا کذالک حتی قتل مسیلمۃ واشترک فی قتلہ وحشی مولی جبیر بن مطعم ورجل من الانصار اما وحشی فدفع علیہ حربتہ وضربہ الانصاری بسیفہ۔ تاریخ ابن الاثیر ص ۱۳۹ ج ۲

اے گروہ مجھ کو حدیقہ میں پھینک دو مسلمانوں نے کہا ہم ہرگز ایسا نہیں کرینگے۔ براء بن مالک نے کہا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھ کو اندر پھینک دو۔ لوگوں نے مجبوراً اٹھا کر دیوار پر پہنچا دیا۔ براء بن مالک دیوار پر اندر کود دے اور دروازہ پر مجمع کا مقابلہ کیا۔ بالآخر مسلمانوں نے دروازہ کھول دیا۔ مسلمان اندر گھس آئے اور خوب مقابلہ ہوا۔ فریقین کے بہت آدمی مارے گئے یہاں تک مسیلمہ کذاب بھی مارا گیا۔ وحشیؓ نے مسیلمہ کے ایک نیزہ پھینک کر مارا جس کی وجہ سے وہ حرکت نہ کر سکا۔ اور ایک انصاری نے تلوار سے اس کا سر قلم کیا۔

یہ وحشی وہی ہیں جنہوں نے جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کو اسی نیزہ سے شہید کیا تھا۔ آپ اسلام لانے کے بعد اسی نیزہ سے مسیلمہ کذاب کو مارا اور بطور فخر بلکہ بطور شکر اور بطریق شکر یہ کہا کرتے تھے

فقتلت فی جاھلیتی خیر الناس وفی اسلامی شر الناس۔ روح المعانی ص

اگر میں نے زمانہ جاہلیت میں اس نیزہ سے ایک بہترین انسان کو مارا ہے (یعنی حضرت حمزہ کو) تو زمانۂ اسلام میں اسی نیزہ سے ایک بدترین انسان یعنی ایک مدعی نبوت کو مارا ہے۔

اور وہ انصاری جنہوں نے مسیلمہ کا سر اپنی تلوار سے قلم کیا۔ ان کا نام عبداللہ بن زید ہے۔ انہی کا یہ شعر ہے۔

یسائلنی الناس عن قتلہ فقلت ضربت وھذا طعن

لوگ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کو کس نے مارا۔ تو میں جواب میں یہ کہدیتا ہوں کہ میں نے تلوار ماری۔ اور وحشی نے نیزہ مارا۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کے چھ سو ساٹھ آدمی شہید ہوئے۔ اور مسیلمہ کذاب کے بقول ابن خلدون سترہ ہزار آدمی مارے گئے۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ بنی حنیفہ کے سات ہزار آدمی عقربا میں اور سات ہزار حدیقہ میں مارے گئے۔ اور یہ باغ حدیقۃ الموت کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور حضرت خالدؓ مظفر و منصور مدینہ منورہ واپس آئے۔

محمد بن الحنفیہ

محمد بن الحنفیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادہ ہیں اور حنفیہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں جو قبیلہ بنی حنیفہ کی باندی تھیں۔ مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں گرفتار ہو کر آئیں۔ اور صدیق اکبرؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کو عطا ہوئیں۔

معلوم ہوا ہے کہ مدعی نبوت کی اولاد اور ذریت اور بچوں اور عورتوں کو غلام بنا کر لوگوں پر تقسیم کرنا باجماع صحابہ بلاشبہ و ریب جائز اور روا ہے

مسیلمہ کذاب کے متبعین اور اذناب کا حشر

عن الزھری عن عبید اللہ بن عبد اللہ قال اخذ بالکوفۃ رجال یؤمنون بمسیلمۃ الکذاب فکتب فیھم الی عثمان فکتب عثمان اعرض علیھم دین الحق وشھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن قالھا وتبرأ من دین مسیلمۃ فلا تقتلوہ ومن لزم دین مسیلمۃ فاقتلوہ فقبلھا رجال منھم ولزم دین مسیلمۃ رجال فقتلوا۔ احکام القرآن للجصاص ص ۲۸۸ ج ۲ باب

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں کچھ آدمی گرفتار کئے گئے جو کہ مسیلمہ کذاب پر ایمان لائے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ان پر دین حق اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیش کیا جائے۔ جو شخص اس کلمہ کو پڑھے اور دین مسیلمہ سے برارت کا اظہار کرے اس کو قتل نہ کرو۔ اور جو شخص دین مسیلمہ کذاب پر جما رہے اسے قتل کر دو۔ تو بہت سے آدمیوں نے کلمۂ اسلامی کو قبول کر لیا۔

استتابتہ المستدرک وسنن کبری للامام البیہقی — اور بہت سے دین مسیلمہ پر قائم رہے انہیں قتل کیا گیا

صہ ۲۰۱ / ج ۸

سجاح بنت حارث

سجاح بنت حارث۔ قبیلۂ بنی تمیم کی ایک عورت تھی نہایت ہوشیار تھی۔ اور حسن خطابت وتقریر میں مشہور تھی۔ آنحضرت کی وفات کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ایک گروہ ساتھ ہوگیا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کا ارادہ کیا مگر کسی وجہ سے یہ ارادہ ملتوی ہو گیا۔ بعد ازاں سجاح نے مسیلمہ کا رخ کیا مسیلمہ نے یہ خیال کرکے کہ اگر سجاح سے جنگ چھڑی تو کہیں قوت نہ کمزور ہو جائے۔ اس لئے مسیلمہ نے بہت سے ہدایا اور تحائف سجاح کے پاس بھیجے اور اپنے لئے امن طلب کیا۔ اور ملاقات کی درخواست کی مسیلمہ بنی حنیفہ کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ سجاح سے جاکر یہ کہا کہ عرب کے کل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے۔ لیکن قریش نے بدعہدی کی اس لئے وہ نصف میں نے تم کو دے دیئے۔

بعد ازاں مسیلمہ نے سجاح کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ سجاح نے اس کو قبول کیا۔ مسیلمہ نے ملاقات کے لئے ایک نہایت عمدہ خیمہ نصب کرایا۔ اور قسم قسم کی خوشبوؤں سے اس کو معطر کیا اور تنہائی میں ملاقات کی۔ کچھ دیر تک سجاح اور مسیلمہ میں گفتگو ہوتی رہی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی وحی سنائی اور ہر ایک نے ایک دوسرے کی نبوت کی تصدیق کی اور اسی خیمہ میں نبی اور نبیہ کا بلا گواہوں اور بلا مہر کے نکاح ہوا تین روز کے بعد سجاح اس خیمہ سے برآمد ہوئی۔ قوم کے لوگوں نے پوچھا کیا ہوا کہا کہ میں نے مسیلمہ سے صلح کرلی اور نکاح بھی کرلیا۔ لوگوں کو بہت ناگوار ہوا اور سجاح کو لعنت ملامت کی۔ قوم نے پوچھا کہ آخر مہر کیا مقرر ہوا۔ سجاح نے کہا کہ اچھا میں پوچھ کر آتی ہوں کہ میرا مہر کیا ہے سجاح مسیلمہ کے پاس آئی اور مہر کا مطالبہ کیا۔ مسیلمہ نے کہا کہ جا اپنے ہمراہیوں سے یہ کہدے کہ مسیلمہ رسول اللہ نے سجاح کے مہر میں دو نمازیں فجر اور عشاء کی تم سے معاف کردیں۔ جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نے تم پر فرض کیا تھا۔ سجاح نے واپس آکر اپنے رفقاء کو اس مہر کی خبر کی۔ اس پر عطارد بن حاجب نے یہ شعر کہا۔

امست نبیتنا انثی نطوف بہا — واصبح انبیاء الناس ذکرانا

(ترجمہ کی بات ہے) ہماری قوم کا نبی عورت ہے جس کے گرد ہم چکر کاٹ رہے ہیں۔ اور لوگوں کے نبی مرد ہوتے چلے آئے ہیں۔

سجاح جب مسیلمہ کے پاس لوٹی تو اثنار راہ میں خالد بن ولید اسلامی لشکر لے گئے سجاح کے رفقاء تو منتشر ہوگئے اور سجاح روپوش ہوگئی اور اسلام لے آئی اور پھر وہاں سے بصرہ چلی گئی اور وہیں اس کا انتقال ہوا اور سمرۃ بن جندبؓ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت سمرۃؓ اس وقت حضرت معاویہ کی طرف سے امیر تھے۔ تاریخ ابن الاثیر صہ ۱۳۵ / ج ۲

(اطلاع) سجاح اور مسیلمہ کے وہ الہامات جو اس خیمہ میں ہوئے وہ تاریخ ابن الاثیر اور تاریخ طبری صہ ۲۳۹ / ج ۳ میں مذکور ہیں۔ ہم نے شرم کی وجہ سے اُن کو حذف کردیا۔

مختار بن ابی عبید ثقفی

مختار بن ابی عبید ثقفی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ مدعی نبوت تھا اور یہ کہتا تھا کہ جبرئیل امین میرے پاس آتے ہیں ۔ ۶۷ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ لعنۃ اللہ علیہ۔

وفی ایام ابن الزبیرؓ کان خروج المختار الکذاب الذی ادعی النبوۃ فجھز ابن الزبیر لقتالہ الی ان ظفر بہ فی سنۃ سبع وستین وقتلہ۔ لعنۃ اللہ
تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۸۳

عبداللہ بن زبیر کے دور میں مختار کذاب مدعی نبوت کا خروج ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس کے قتال کے لئے لشکر تیار کیا۔ یہاں تک کہ اس پر فتح پائی ۶۷ھ کا یہ واقعہ ہے یہ شخص ملعون آخر کار قتل ہوا۔ تاریخ الخلفاء ص۸۳

وقد ظھر بالعراق وکان یدعی ان جبرئیل یاتیہ بالوحی۔ کذا فی دول الاسلام للحافظ الذھبی ص۳۵ ج۱

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص عراق میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ جبرئیل امین میرے پاس وحی لاتا ہے ۔

دول الاسلام ص۳۵ ج۱

حارث بن سعید کذاب دمشقی

حارث بن سعید نے عبدالملک بن مروان کے زمانۂ خلافت میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ عبدالملک بن مروان نے اس کو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی پر لٹکایا۔

عبدالملک بن مروان خود تابعی تھا۔ حضرت عثمانؓ ۔ اور ابوہریرہؓ اور ابوسعید خدریؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور معاویہؓ اور ام سلمہؓ اور بریرہؓ سے حدیث سنی تھی اور عروہ بن زبیر اور خالد بن معدانؒ اور زہریؒ جیسے علماء تابعین عبدالملک سے روایت کرتے تھے کمافی تاریخ الخلفاء ص۱۴۴

ان حضرات کی موجودگی میں عبدالملک نے اس متنبی کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا گیا۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں ۔
عبدالملک بن مروان نے حارث متنبی کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا۔ اسلامی خلفاء اور بادشاہوں نے ہر زمانہ میں جھوٹے مدعیان نبوت کیساتھ ایسا ہی کیا ہے اور علماء عصر نے ان کے فعل صواب پر اتفاق کیا۔ کیونکہ یہ جھوٹے مدعیان نبوت مفتری علی اللہ ہیں۔ خداوند قدوس پر جھوٹا الزام رکھتے ہیں کہ اس نے ان کو نبی بنایا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور لانبی بعدہ کے منکر ہیں اور علماء کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ جو شخص مدعیان نبوت کی تکفیر کرنے والوں سے بھی اختلاف کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ ان مدعیان نبوت کے کفر اور تکذیب علی اللہ پر راضی وخوش ہے ۔ نسیم الریاض ص۵۶۵ ج۴

مغیرۃ بن سعید عجلی — بیان بن سمعان تمیمی

سنہ ۱۱۹ھ میں مغیرۃ بن سعید عجلی اور بیان بن ضعید تمیمی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ خالد بن عبداللہ قسری نے جو ہشام

بن عبدالملک کیطرف سے امیر عراق تھا۔ دونوں کو قتل کر کے عبرت کے لئے پھانسی پر لٹکایا اور پھر آگ کے گڑھے میں ڈال کر جلوایا تاریخ کامل صفحہ ج ۵ و تاریخ طبری صفحہ ۲۴۸

شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ ہشام کے زمانہ خلافت میں سالم بن عبداللہ بن عمر اور نافع مولی ابن عمر اور طاؤس اور سلیمان بن یسار اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور حسن بصری اور محمد بن سیرین اور مکحول اور عطاء بن ابی رباح اور امام باقر اور وہب بن منبہ اور سکینہ بنت حسین اور ثابت بنانی اور مالک بن دینار اور ابن شہاب زہری اور ابن عامر مقری شام وغیرہ وغیرہ یہ اکابر علماء موجود تھے اور شعراء میں جریر اور فرزدق تھے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۶ مصری

امام عبدالقاہر بغدادی نے فرمایا ہے۔ تیسری فصل فرقہ مغیریہ کے ذکر میں ہے یہ لوگ مغیرہ بن سعید عجلی کے پیرو کار ہیں آگے چل کر لکھا ہے کہ مغیرہ نے کفر صریح اختیار کیا۔ مثلاً نبوت کا دعوی کرنا اور اسم اعظم کے علم کا مدعی ہونا وغیرہ وغیرہ اس نے اپنے مریدوں کے آگے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ اسم اعظم کے ذریعہ سے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے اور لشکروں کو بھی شکست دے سکتا ہے۔

ابو منصور عجلی

یہ شخص ابتداء میں رافضی تھا۔ بعد میں ملحد اور زندیق بنا اور مرزائیوں کی طرح آیات قرآنیہ میں عجیب عجیب تاویلیں کیں اور نبوت کا دعوی کیا۔ یوسف بن عمر ثقفی جو کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کیطرف سے عراق کا والی اور امیر تھا۔ اس کو جب اس کے عقائد کفریہ کا علم ہوا تو ابو منصور کو گرفتار کرا کے کوفہ میں پھانسی پر لٹکایا۔

چنانچہ شیخ عبدالقاہر بغدادی اپنی کتاب الفرق بین الفرق صفحہ ۲۳۴ میں لکھتے ہیں کہ فرقہ منصوریہ ابو منصور عجلی کے متبعین کا نام ہے۔ اس شخص کا دعوی تھا کہ امامت اولاد علی کرم اللہ وجہہ میں دائر ہے اور اپنے آپکو امام باقر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بتلاتا اس کے بعد اپنے ملحدانہ دعاوی میں اضافہ کیا کہ مجھے معراج آسمانی ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیر کر فرمایا! بیٹے میری تبلیغ کرنا وہ۔ اس کے بعد زمین پر اتار دیا اور کہا کرتا تھا کہ آیت خداوندی وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ میرے حق میں نازل ہوئی یہ فرقہ (آج کل کے نیچریوں اور منکرین حدیث کی طرح) قیامت اور جنت اور دوزخ کا منکر تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جنت سے مراد دنیا کی نعمتیں اور دوزخ سے مراد دنیا کے رنج و الم اور مصائب ہیں اور انکے نزدیک باوجود اس ضلالت کے اپنے مخالفوں کا خفیہ قتل کرنا جائز تھا۔ یہ فتنہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ یوسف بن عمر ثقفی والی عراق نے ابو منصور عجلی کو سولی پر لٹکا کر اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔

ابو الطیب احمد بن حسین متنبی

ابو الطیب احمد بن حسین کوفی جو متنبی کے نام سے ایک مشہور شاعر ہے اور جس کا دیوان دنیا میں مشہور اور فن ادب کا جزو نصاب ہے حمص کے قریب مقام سماوہ میں اس نے نبوت کا دعوی کیا اور کچھ اہل حماقت اور اہل غباوۃ اس کے متبع ہو گئے۔ امیر حمص نے متنبی کو جیل خانہ میں بند کر دیا۔

بالآخر جب جیل خانہ سے دعوائے نبوت سے تحریری توبہ نامہ لکھ کر بھیجا تب رہا ہوا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ البدایۃ

والنہایۃ صـ۲۵۷ـ ج۱۱ میں لکھتے ہیں ۔
اس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں ۔ اور میری طرف وحی آتی ہے جاہلوں اور سفلہ لوگوں کی ایک جماعت نے اس کو مان لیا ۔ نزول قرآن کا بھی یہ شخص مدعی تھا ۔ چنانچہ اس کی وحی اور قرآن کے چند جملے شہرت پا چکے ہیں ۔ وَالنَّجْمِ السَّيَّارِ وَالْفَلَكِ الدَّوَّارِ وَاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِنَّ الْكَافِرَ لَفِي خَسَارٍ ۔ امض علی سنتك واقف اثر من كان قبلك من المرسلين فان الله قامع بك من الحد في دينه وضل عن سبيله ۔ اس قسم کے ہذیانات (جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ میں وحی اور الہامات اکٹھے کئے ہیں) اس شخص کے بھی مشہور ہو گئے تھے جس وقت اس مدعی نبوت کی خبریں اور چرچے عام ہوئے اور ایک جماعت اہل غباوت و حماقت اس کے گرد جمع ہو گئی تو حمص کے حاکم امیر لؤلؤ نے اس پر چڑھائی کی ۔ اور قتال و مقابلہ کے بعد اسکے آدمیوں کو منتشر کیا اور اسے گرفتار کر کے قید و بند میں ڈال دیا ۔

چنانچہ جب احمد بن حسین کافی عرصہ جیل خانے میں بیمار رہنے کے بعد ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ۔ تو امیر نے اسے نکال کر توبہ کا مطالبہ کیا اس وقت احمد بن حسین دعوائے نبوت سے تائب ہوا اور اپنے پچھلے تمام دعاوی کو جھٹلایا ۔ اور ایک تحریری توبہ نامہ شائع کیا جس میں لکھا تھا کہ میں تائب ہو کر دوبارہ اسلام میں داخل ہوتا ہوں اور میرے پچھلے تمام دعاوی غلط اور جھوٹ تھے ۔

اس پر امیر لؤلؤ نے اس کو آزاد کر دیا ۔ تاریخ بدایہ والنہایۃ

اختصار کی بنا پر عربی عبارات کو حذف کر دیا گیا ہے ۔

حافظ ابن کثیر کتاب مذکور کے صـ۲۵۹ـ پر لکھتے ہیں ۔

وقد شرح ديوانه العلماء بالشعر واللغة نحوا من ستين شرحا وجيزا وبسيطا ۔ — علماء لغت اور علماء شعر نے متنبی کے دیوان کی مختصر اور مطول ساٹھ شرحیں لکھی ہیں ۔

یہ ساٹھ شرحیں تو حافظ ابن کثیر کے زمانہ تک لکھی گئیں ۔ اور ۷۷۴ھ جو کہ ابن کثیر کا سن وفات ہے اس سے لے کر ۱۳۷۳ھ تک جو شروح و حواشی لکھے گئے وہ اس کے علاوہ ہیں

قصیدۂ اعجازیہ مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا صاحب کو اپنے قصیدۂ اعجازیہ پر ناز ہے جو غلطیوں سے بھرا ہوا ہے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کو جاننا چاہیئے کہ مرزا صاحب کے قصیدہ اعجازیہ کے اشعار کو دیوان متنبی کے اشعار سے کوئی نسبت بھی نہیں ۔ ممکن ہے کہ قادیان کے کچھ دہقان مرزا صاحب کے قصیدۂ اعجازیہ پر ایمان لے آئیں ۔ مگر ذرا دنیا کے ادباء اور شعراء کے سامنے پیش کر کے دیکھیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ قادیان کے دہقان کا کیسا ہذیان ہے ۔ فتلك عشرة كاملة

اس وقت ہم فقط ان دس مدعیان نبوت کے قتل اور صلب کے واقعات پر اکتفا کرتے ہیں ۔ ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اجمالی انواع کفر مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا صاحب کے کفر کی جزئیات کا شمار تو ہماری حیطۂ قدرت سے باہر ہے۔ واللہ بکل شی محیط البتہ مرزا صاحب کے کفر کے کچھ انواع کلیہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جسکے تحت میں بے شمار جزئیات ہیں جو مرزا صاحب کے کتابوں میں مذکور ہیں

(۱) انکار ختم نبوت
(۲) دعوائے نبوت حقیقیہ وتشریعیہ مستقلہ
(۳) توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
(۴) انکار معجزات عیسوی کہ بنصوص قرآنیہ ثابت شدہ اند
(۵) انکار نزول عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ وسلم
(۶) دعوائے مساوات بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
(۷) دعوائے افضلیت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
(۸) دعوائے افضلیت برجمیع انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
(۹) نصوص قطعیہ اور عقائد اسلامیہ میں تحریف
(۱۰) قطعیات اور متواترات اور اجماعیات کا انکار

فتلك عشرة كاملة

یہ دس وجوہ جو ہم نے مرزا صاحب کے کفر کی ذکر کی ہیں وہ سب کلی وجوہ ہیں۔ ہر کلی کی جزئیات اور امثلہ مرزا صاحب کی کتابوں سے کم از کم سو سو فراہم ہوسکتی ہیں اور دس کو سو میں ضرب دینے سے حاصل ضرب ایک ہزار نکلتا ہے۔ اس طرح مرزا صاحب کی وجوہ کفر تفصیلی طور پر کم از کم ایک ہزار جمع ہوسکتی ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے نشانات کی تعداد دس لاکھ لکھی ہے۔ عجب نہیں کہ ان دس لاکھ نشانات سے کفر اور الحاد کے نشانات مراد ہوں جو اولین اور آخرین میں سے کسی ملحد اور مفتری کو نہیں دیئے گئے۔

مرزائیوں کے مختلف فرقے اور ان کا باہمی فرق

مرزا غلام احمد کے ماننے والے زیادہ تر تین پارٹیوں پر منقسم ہیں ایک پارٹی ظہیر الدین اروپی کی ہے۔ دوسری مرزا محمود قادیانی کی پارٹی ہے۔ اور تیسری پارٹی محمد علی لاہوری کی ہے

اروپی پارٹی کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب مستقل نبی تھے اور ناسخ قرآن تھے اور شریعت محمدیہ مرزا صاحب کے آنے سے منسوخ ہوچکی۔

مرزا محمود خلیفۂ قادیان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں اور جو مرزا کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

اور محمد علی لاہوری اور اس کی پارٹی کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی تو نہیں مگر مجازی اور لغوی نبی ہیں اور مسیح موعود حقیقی ہیں۔

اول الذکر دو جماعتوں کا کفر لوگوں کی نظر میں ظاہر ہے۔ البتہ لاہوری جماعت میں لوگ سوال کرتے ہیں کہ یہ جماعت کیوں

کافر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کے عقائد کفریہ صریح اور صاف ہیں اور اردو زبان میں ہیں جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں اور پھر ہر کفر متنوع عنوان اور متنوع تعبیر سے مرزا کی کتابوں میں مذکور ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ایسے صریح کفر میں تاویل کرنا اور صریح کافر اور مرتد کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔ چہ جائیکہ اس کو مجدد یا مسیح موعود مانا جائے۔

نیز مرزا غلام احمد فقط دعوائے نبوت کی وجہ سے کافر نہیں بلکہ اور وجوہ سے بھی کافر ہے۔ اور لاہوری جماعت سوائے دعوائے نبوت کے مرزا کی تمام باتوں کی تصدیق کرتی ہے اور دل وجان سے ایمان رکھتی ہے۔

علاوہ ازیں محمد علی لاہوری نے انگریزی اور اردو میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی ہے جس میں بہت سی آیات قرآنیہ کی تحریف کی وہ تحریفات اس جماعت کے کفر کے مستقل وجوہ ہیں۔

لاہوری مرزائیوں سے سوال

اگر مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی نہ تھے تو یہ تبلایا جائے کہ حقیقی نبوت کا دعویٰ کن الفاظ سے ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مرزا صاحب کے نزدیک بھی حقیقی نبی تھے جو الفاظ حضور کے نبوت کے لئے قرآن کریم میں آئے ہیں وہی الفاظ مرزا صاحب نے اپنے لئے استعمال کئے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی نہ تھے صریح مکابرہ اور مجادلہ ہے۔ ایک شخص صراحۃً علی الاعلان یہ کہہ رہا ہے کہ میں وزیراعظم ہوں اور آپ یہ کہتے ہیں کہ اس کی مراد ظلی اور بروزی اور مجازی اور لغوی وزارت ہے۔ مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کی عبارتیں عموماً اردو زبان میں ہیں کیا سوائے محمد علی لاہوری کے کوئی اردو زبان سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔

(۲) اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مرزا صاحب نے نبوت حقیقۃً کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ظلی اور بروزی اور مجازی نبوت کے مدعی تھے تو یہ تبلایا جائے کہ ظلی اور مجازی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار کفر اور ارتداد ہے۔

(۳) نیز یہ تبلایا جائے کہ لاہوری جماعت اس گروہ کو جو مرزا کو حقیقۃً نبی مانتی ہے جیسے بشیرالدین محمود اس کی تکفیر کیوں نہیں کرتی لاہوری جماعت کو چاہئے کہ قادیانی جماعت کے کفر کا اعلان کرے اور ان سے بیاہ و شادی اور میراث کے عدم جواز کا فتویٰ دے لیکن معاملہ برعکس ہے۔ جو لوگ حضور کو صحیح معنی میں خاتم النبیین مانتے ہیں لاہوری جماعت ان سے کافروں کا سا معاملہ کرتی ہے اور کسی مرزائیہ لڑکی کا نکاح غیر مرزائی سے جائز نہیں سمجھتی اور نہ ان کے پیچھے نماز درست سمجھتی ہے اور قادیانی جماعت سے بیاہ شادی و میراث وغیرہ سب کو جائز اور حق سمجھتی ہے۔

(۴) نیز اگر آپ کے نزدیک مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں بھی نہیں دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مساوات بلکہ افضلیت کا بھی دعویٰ نہیں کیا اور کیا مرزا صاحب نے اسلام کے قطعی اور اجماعی امور میں تاویل اور تحریف بھی نہیں کی۔

کیا ان باتوں سے آدمی کافر اور مرتد ہوتا ہے یا نہیں۔ بلا شبہ مرزا صاحب ایک وجہ سے نہیں بلکہ صدہا وجوہ سے صریح کافر اور مرتد ہیں۔ لاہوری مرزائی اگرچہ ظاہراً مرزا صاحب کو نبی نہیں کہتے لیکن دعوائے نبوت کے علاوہ تو مرزا کی تمام کفریات کو حق سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص صریح کافر کو کافر نہ سمجھے تو وہ بھی کافر اور مرتد ہے۔
مثلاً کوئی شخص مسیلمہ کذاب کے کفر میں تاویل کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

لاہوری جماعت کا عجب حال ہے

کہ مرزا صاحب کو ملہم اور مامور من اللہ بھی مانتی ہے اور ان کے خاص دعوائے نبوت سے انکار بھی کرتی ہے۔ قادیان کے متنبی سے بھی وابستہ رہنا چاہتی ہے اور مسلمان رہنا چاہتی ہے۔
ایں خیال است ومحال است وجنون

قادیانی جماعت سے سوال

جب آپ کے نزدیک مرزا حقیقۃً نبی ہے تو پھر آپ لاہوری جماعت کی تکفیر کیوں نہیں کرتے کیونکہ وہ آپ کے اعتقاد کے مطابق ایک حقیقی نبی اور رسول کے منکر ہیں۔ حیرت ہے کہ مرزا محمود کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان جو مرزا کو نبی نہ مانیں وہ تو کافر اور مرتد ہیں۔ مگر محمد علی لاہوری اور ان کے متبعین اگرچہ مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کریں وہ کافر اور مرتد نہیں بلکہ بھائی بھائی ہیں آخر مرزا محمود بتلائیں کہ وہ لاہوریوں کو کیوں کافر نہیں کہتے۔ آخر وہ بھی ہماری طرح مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔

معلوم ہوا کہ

قادیانیوں کا یہ اختلاف سب جنگ زرگری اور نفاق ہے۔ اختلاف عقائد کی بنا پر دنیا بھر کی تکفیر ہو آخر اس کا مطلب کیا ہے کہ لاہوری مرزا صاحب کو نبی نہ مانیں تو کافر نہیں اور تمام دنیا کے مسلمان مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہیں۔ معلوم ہوا کہ قادیانی اور لاہوری در پردہ سب ایک ہیں۔ (والکفر ملۃ واحدۃ)

اصل وجہ یہ ہے

کہ جب لاہوری جماعت نے مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مامور من اللہ مان لیا تو گویا نبی ہی مان لیا بلکہ سب کچھ مان لیا۔
ہمارے نزدیک محمد علی لاہوری منافق تھا مرزا محمود منافق نہیں۔ صاف کہتا ہے کہ میرا باپ حقیقۃً نبی تھا۔
اور لاہوری جماعت بہ نسبت قادیانی جماعت کے زیادہ خطرناک ہے نفاق کے پردہ میں اپنے کفر کو چھپاتی ہے۔

مرزا صاحب کے تھیلے میں سب کچھ ہے

مرزا صاحب کی تصانیف میں سب قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایمان کی بھی اور کفر کی بھی۔ اسلام اور عیسائیت اور ہندو مذہب اور مجوسیت سب کچھ ہے۔ جس وقت جس چیز کی ضرورت ہوئی وہ پیش کر دی۔ لوگ اس سے دھوکہ کھاتے ہیں۔ مرزائیوں کا یہی طریقہ ہے۔ جہاں ضرورت پیش آئی وہاں مرزا صاحب کو مجدد اور ملہم من اللہ بتلا دیا۔ اور جہاں کچھ گنجائش ملی وہاں مرزا صاحب کو ظلی اور

بروزی نبی بتلایا اور جہاں احباب خاص کا مجمع ہوا وہاں مرزا صاحب کو مستقل اور صاحب شریعت نبی بتلا دیا اور دس لاکھ معجزات بتلا دیئے اور جہاں ہندوؤں کا مجمع ہوا وہاں مرزا صاحب کو کرشن بتلا دیا۔ کبھی مذکر ہو گئے اور کبھی حاملہ اور حائضہ اور کبھی عاقل اور دانا بن گئے اور کبھی خبطی اور مراقی بن گئے۔

مرزائی دھوکہ

مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے مرزا صاحب کی وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلالت قدر اور عظمت شان کا اعتراف ہے اس قسم کی عبارتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ عبارتیں جن میں دعوائے نبوت اور حضرت انبیاء کرام کی توہین اور تحقیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان مطہر میں صریح گالیاں ہیں اُن کو چھپا لیتے ہیں۔ یہود بے بہبود کا یہی شیوہ تھا۔ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا۔

جواب

جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر پیدا نہ ہوئے تھے۔ ابتداء میں اسلامی عقائد رکھتے تھے۔ بعد میں نبوت کا خیال پیدا ہوا۔ لہذا پہلی عبارتوں کا پیش کرنا تب مفید ہو سکتا ہے کہ جب مرزائی۔ مرزا صاحب کی کوئی صاف اور صریح عبارت ایسی دکھلا دیں کہ جس میں یہ تصریح ہو کہ میری کتاب میں اس کے خلاف جو پاؤ وہ سب غلط ہے صحیح صرف وہی ہے کہ جو میں نے قبل دعوائے نبوت لکھا ہے اور اب دعوائے نبوت سے تائب ہوتا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گالیوں اور حضرات انبیاء کی توہین سے توبہ کرتا ہوں۔

مرزائی اگر مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت دکھلا دیں تو ہم بھی ان کی تکفیر سے تائب ہو جائیں گے۔

ایک ضروری اطلاع

مرزا صاحب کے وجوہ کفر اگر تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو رسالہ اشد العذاب علی مسیلمۃ البنجاب مصنفہ مولانا مرتضیٰ حسنؒ کا ضروری مطالعہ فرمائیں جس میں مولانا صاحب نے مرزا صاحب کے اور تینوں پارٹیوں کے عقائد کفریہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔

مرزا صاحب کے مضامین میں اختلاف کیوں ہے

مرزا صاحب کے کتابوں میں جس قدر مختلف اور متعارض مضامین ملتے ہیں۔ غالباً دنیا کے کسی متنبی اور کسی ملحد اور زندیق کے کلام میں اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں مل سکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب چالاکی اور عیاری میں [illegible] سے آگے تھے۔ مرزا صاحب کی یہ روش دیدہ و دانستہ اور خود ساختہ اور پرداختہ ہے کبھی ختم نبوت کا اقرار اور کبھی انکار کبھی حضرت مسیح بن مریم کی مدح اور کبھی ان میں جرح قدح۔ کبھی نزول مسیح کو متواترات اور قطعیات اسلام سے بتلاتے ہیں۔ اور کبھی اس کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔ غرض یہ تھی کہ حقیقت

کوئی متعین نہ ہو۔ بات گڑ بڑ رہے۔ اور بوقت ضرورت مخلص اور مفر باقی رہے اور زنادقہ کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کی وہ عبارتیں جو عام اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق ہیں۔ ان کے اقوال کفریہ اور الحادیہ کا کفارہ نہیں بن سکتیں جب تک وہ باتیں صراحتہً ثابت نہ ہو جائیں اول یہ کہ مرزا صاحب یہ تصریح کریں کہ میری وہ عبارتیں جو عام اہل سنت کے مطابق ہیں ان عقائد سے میری مراد بھی وہی ہے جو جمہور امت نے سمجھی ہے۔ دوم یہ کہ جو عبارتیں اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف میری کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان سے علانیہ طور پر توبہ اور رجوع کرتا ہوں اور کتاب وسنت کی تمام نصوص کو اسی معنی پر مانتا ہوں کہ جس معنی کے اعتبار سے صحابہؓ وتابعین سے لے کر اس وقت تمام امت محمدیہ قائل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی مدح وثنا بھی کرتا رہے اور اس کی اطاعت اور محنت کا بھی دم بھرتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی ذرا دل کھول کر اس کو ماں بہن کی گالیاں بھی دے لیا کرے تو کیا ایسا شخص واقعی اس کا مطیع اور متبع سمجھا جا سکتا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین

محرم الحرام سنہ ۱۳۷۳ھ

ذہنی انقلاب لائیے

دہریت اور فساد اور مادیت کے دور دورہ میں آج فضول افسانے لغو اور مخرب اخلاق ناول فلمی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے اندر رہی سہی دینی غیرت بھی ختم کروا دی ہے اور ابھی تو ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

خدا جانے اس قسم کے مخرب اخلاق لٹریچر سے کیا تباہی پھیلے گی جس کے ہاتھ میں دیکھو شمع۔ بیسویں صدی اور دوسرے فلمی رسالے ہیں۔ پڑھ رہے ہیں اور عاشق و مجنوں بننے کے خیالات دماغ میں سما رہے ہیں۔

ادارہ الصدیق نے طے کیا ہے کہ مسلمانوں کے ذہنی جذبات کو دینی رنگ سے متاثر کرنے کے لئے ایک مکتبہ قائم کیا جائے جس میں ایسی کتابوں کی نشر و اشاعت ہوتی رہے جو مسلمانوں کے دینی جذبہ کو ابھاریں چنانچہ الصدیق بھی اسی نظریے کے ماتحت جاری کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس قسم کے ایک اصلاحی سٹ کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسلمان اس سٹ کو اپنے گھر رکھے۔ خود بھی پڑھے اور بچوں کو بھی پڑھائے یا سنائے۔ یہ سٹ دو جلدوں میں مجلد بھی مل سکتا ہے

تفصیل جلد اول			تفصیل جلد دوم					
۱	حکایات صحابہ	عگار	۱	فضائل نماز	۱۲ر	۶	رسول کی سنتیں	۲ر
۲	آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے	۶ر	۲	فضائل رمضان	۱۰ر	۷	طب روحانی	۴ر
۳	گناہوں کا بدلہ دنیا میں	۶ر	۳	فضائل قرآن	۸ر	۸	جزاء الصالحین	۴ر
۴	آخری منزل	۲ر	۴	فضائل تبلیغ	۴ر			
۵	اصلی گھر	۲ر		دین کا کام کرنیوالوں کیلئے			میزان سالم سٹ غیر مجلد	۳ے ر
	مکمل سٹ غیر مجلد ۳ے ر مجلد	۳ے	۵	چھ باتیں	۴ر		” ” ” مجلد	۳ے

۱۳ رسائل کا یہ مجموعہ دونوں سٹ کے خریدار کو بجائے ساٹھ روپے کے چھ روپے میں پیش کیا جائیگا۔ پیشگی قیمت ارسال کرنے والوں کو محصول ڈاک معاف ہوگا۔ طلب کرتے اتنا لکھ دینا کافی ہے اصلاحی سٹ ہر دو حصہ یا حصہ اول یا حصہ دوم ارسال کیا جائے۔ نوٹ: آرڈر دیتے وقت مکتبہ الصدیق کے لفظ کو یاد رکھیں کیونکہ مکتبہ صدیقیہ اور مکتبۃ الصدیق ہر دو جدا جدا ادارے ہیں۔

نوٹ: ہندوستانی حضرات اگر یہ سٹ منگوانا چاہیں تو مبلغ ___ روپے مولانا مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ بجنور (یوپی) کے ہاں جمع کرا کے ہمیں مطلع فرما دیں۔ ان کی خدمت میں بذریعہ ڈاک رجسٹرڈ پارسل بھیجا جا سکتا ہے۔

ناظم ادارۂ الصدیق۔ ملتان مغربی پاکستان

ماہنامہ الصدیق ملتان

یہ رسالہ اردو عربی زبان میں جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے قدیم ترین اسلامی شہر ملتان سے شائع ہونے والا واحد ماہنامہ ہے اس میں اسلام کی فضیلت وحقانیت پر ٹھوس اور علمی مضامین شائع ہوتے ہیں منکرین حدیث اور فرقہ ضالہ قادیانیہ ودیگر مخالفین اسلام کے اُن اعتراضات کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں جو وہ اسلام اور قرآن اور حدیث نبوی پر کرتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں اور خصوصاً ہمارے علاقہ میں کفر والحاد کی اشاعت کرنے والے رسائل کا ایک طوفان برپا ہے۔ بے دینی کی گھٹائیں چھارہی ہیں۔ ادارہ الصدیق کی طرف سے اسلام اور مسلک اہل سنت کی یہ مشعل نمودار ہورہی ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ انسانوں تک پہنچانے کی کوشش کرنا سب کا فرض ہے۔ اپ حلقہ اثر میں زیادہ سے زیادہ اس رسالہ کے گاہک بنائیں۔

مرزائی صاحبان اسلامی نام سے رسالے نکال کر اور ان میں زہریلے خیالات بھر کر ہزاروں کی تعد میں شائع کر رہے ہیں۔ چنانچہ ربوہ سے رسالہ الفرقان نکالنا شروع کیا ہے جن کے لئے تین ماہ میں ایک ہزار گاہک بنانے کی کوشش ہورہی ہے اور پھر دوسری سہ ماہی میں ایک ہزار گاہکوں کا اور مطالبہ کیا جارہا ہے۔ اسی طرح انگری میں رسالہ جاری کرنے کے بعد اس کے لئے دس ہزار گاہکوں کی اور اس کے ضمن میں ایک لاکھ روپیہ کی اپیل مرزائیوں کی طرف سے ابھی شائع ہوئی ہے۔

اور منکرین حدیث طلوع السلام کو ہفتہ وار بنارہے ہیں اور اس کے لئے دس ہزار کی مزید اپیل کی ہے ان حالات میں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے احباب الصدیق کی توسیع میں پوری سرگرمی سے حصہ لیں۔ تاکہ اہل باطل کے مقابلہ میں صحیح اسلام پیش کیا جاسکے۔ اور الصدیق کو بجائے ماہنامہ کے ہفتہ وار بنایا جاسکے۔

ناظم ادارہ الصدیق ملتان

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان